مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

الصیانۃ

لاہور

ربیع الاول ۱۴۴۴ ہجری / اکتوبر 2022 عیسوی

بانی

بیاد

حکیم الامت مجدد ملت
حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

- حضرت مولانا حافظ جلیل احمد خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا مفتی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ، بانی جامعہ اشرفیہ
- حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ
- عارف باللہ حضرت مولانا فقیر محمد پشاوری رحمۃ اللہ علیہ
- محی السنہ حضرت اقدس مولانا شاہ ابرار الحق رحمۃ اللہ علیہ
- خلفائے کرام حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہ

- فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا محمد عبید اللہ القاسمی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق صدر مجلس صیانۃ المسلمین)
- نجم العلماء حضرت مولانا سید محمد نجم الحسن تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق صدر مجلس صیانۃ المسلمین)
- فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمۃ اللہ علیہ
بانی جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
- شیخ الحدیث حضرت مولانا نذیر احمد رحمۃ اللہ علیہ
(بانی جامعہ امدادیہ فیصل آباد) (سابق نائب صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان)
- عارف باللہ الحاج نواب عشرت علی خان قیصر رحمۃ اللہ علیہ
- شیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت مولانا شیخ سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ
بانی وسابق مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی، سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
- حضرت مولانا وکیل احمد خان شیروانی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق مدیر روحانی وسابق ناظم نشر و اشاعت مجلس صیانۃ المسلمین، پاکستان)
- حضرت مولانا عبدالدیان سلیمی رحمۃ اللہ علیہ
(سابق ناظم عمومی مجلس صیانۃ المسلمین، پاکستان)
- شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
سابق مہتمم: جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور
- حضرت مولانا صوفی محمد سرور رحمۃ اللہ علیہ
سابق شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور، رئیس جامعہ عبداللہ بن عمر
- حضرت کرنل (ر) ارشاد ایاز صاحب رحمۃ اللہ علیہ
- حضرت ڈاکٹر عقیل الدین صدیقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بہ برکت دعا

- حلیم الامت حضرت مولانا حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم
مہتمم: جامعہ اشرف المدارس، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی
- حضرت مولانا مفتی محمد طیب صاحب دامت برکاتہم
مہتمم: جامعہ امدادیہ فیصل آباد (نائب صدر مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان)
- حضرت احمد کلیم

جلد نمبر: 31
شمارہ نمبر: 9

ربیع الاول ۱۴۴۴ھ

ربیع الاول سنہ ۱۴۴۴ھ
اکتوبر سنہ 2022ء

بانی: حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان کا ترجمان

ماہنامہ

الصیانۃ

لاہور

Monthly: Assyanah Lahore

بانی و بفیض دعا:

حضرت مولانا مفتی وکیل احمد خان شیروانی نور اللہ مرقدہ

زیر سرپرستی

شفیق الامت حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب مدظلہ العالی
مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور صدر مجلس صیانۃ المسلمین (پاکستان)

حضرت مولانا قاری ارشد عبید صاحب مدظلہ العالی
نائب مہتمم و ناظم اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، لاہور

مدیر: خلیل اشرف خان شیروانی

مدیر معاون: عامر خان شیروانی

ناظم: محمد یاسر نور
استاذ جامعہ اشرفیہ، لاہور

اندرون ملک	
چندہ فی پرچہ	50 روپے
سالانہ چندہ	600 روپے
سالانہ خصوصی تعاون	1200 روپے

بیرونی ممالک	
	100 امریکی ڈالر

خط وکتابت کیلئے

ربیع الاول ۱۴۴۴ھ اکتوبر 2022ء

فہرست

حمدِ باری تعالیٰ

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ

نہیں توبہ کا منہ بایں ہمہ گفتار عصیانی
مگر کرتا ہوں میں جرأت بَر فضل ربانی

تیری رحمت سے یا رَب کفر ہے مایوس ہونا
کہ ہے لاتقنطو خود ہی تیرا ارشاد حقانی

تیرے دریائے رحمت کے مقابل چیز ہی کیا ہے
میری ناپاک قلبی اور میری آلودہ عصیانی

مدد یارَب مدد یارَب کہ میں نرغہ میں ہوں بے ڈھب
اِدھر تسویل نفسانی اُدھر اغوائے شیطانی

میں مغلوب طبیعت ہوں میں محتاج اعانت ہوں
بہت کوتاہ ہمت ہوں بہت ہے ضعفِ ایمانی

غریق بحرِ غفلت ہوں اسیرِ حرص وشہوت ہوں
بہت محتاج رحمت ہوں دکھا دے شانِ رحمانی

غایت کر عنایت کر عطا اَب استقامت کر
میرے دین کی حفاظت کر میرے ایمان کی نگرانی

بس اب تو خوابِ غفلت سے الٰہی مجھ کو چونکا دے
رہوں تا عمر تیری راہ میں سر گرم جولانی

خدایا اپنی قدرت سے کرا دے طے کرا دے طے
مدارج ہائے ایمانی و عرفانی و ایقانی

میرے مولا میرے قادر میرے مالک میرے ناصر
مدد کر تادم آخر میں مراں با نورِ ایمانی

میرے خالق میرے مالک میرا کر خاتمہ حق پر
بحق شافع محشر عطا کر باغ رضوانی

نہ ہو وئے نغمہ سرا کس طرح سے بلبل زار ‏ ‏ کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر اک کو حسب لیاقت بہار دیتی ہے ‏ ‏ کسی کو برگ کسی کو گُل اور کسی کو بار

خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں ‏ ‏ کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار

بجھائی ہے دلِ آتش کی بھی تپش یا رب ‏ ‏ کرم میں آپ کو دشمن سے بھی نہیں انکار

یہ قدرِ خاک ہے ہیں باغ باغ وہ عاشق ‏ ‏ کبھی رہے تھا سدا جن کے دل کے پیچ غبار

یہ سبزہ زار کا رتبہ ہے شجرۂ موسیٰ علیہ السلام ‏ ‏ بنا ہے خاص تجلّی کا مطلعِ انوار

اسی لیے چمنستاں میں رنگِ مہندی نے ‏ ‏ کیا ظہور ورق ہائے سبزہ میں ناچار

پہنچ سکے شجر طور کو کہیں طوبےٰ ‏ ‏ مقامِ یار کو کب پہنچے مسکنِ اغیار

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمیں ‏ ‏ یہ سب کا بار اُٹھائے وہ سب کے سَر پر بار

کرے ہے ذرّۂ کوئے محمدی سے خجل ‏ ‏ فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار

فلک پہ عیسیٰ علیہ السلام و ادریس علیہ السلام ہیں تو خیر سہی ‏ ‏ زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختار[1]

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانیٔ احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ‏ ‏ زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمّدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرکار

[1] پسندیدہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُورِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِي ظُلُمَاتٍ لَا يُبْصِرُونَ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ

ربط

حق جل شانہ جب منافقین کے قبائح بیان کر چکے تو مزید ایضاح کیلئے دو مثالیں بیان کرتے ہیں تا کہ اچھی طرح ان کی سفاہت اور بیوقوفی واضح ہو جائے جس کا ماقبل میں بیان ہوا۔

حق جل شانہٗ نے قرآن کریم میں بار بار ایمان اور ہدایت کو نور فرمایا ہے اور مردہ دلوں کی حیات اور زندگی فرمایا ہے، اور کفر اور ضلالت کو ظلمت اور تاریکی اور دلوں کی موت اور بربادی بتایا ہے، اس لئے حق تعالیٰ نے منافقین کے مناسب جنہوں نے ہدایت کے عوض میں ضلالت اور گمراہی کو اختیار کیا دو مثالیں بیان فرمائیں، ایک ناری اور دوسری مائی، اس لئے کہ نار مادۂ نور ہے اور ماء یعنی پانی مادۂ حیات ہے کما قال تعالیٰ وجعلنا من الماء کلّ شیئ حی۔

مثال اول منافقین

مثال ان منافقین کی کوتاہ نظری اور غلط فہمی اور نور ہدایت کے بدلہ میں ظلمات ضلالت کو خرید کر خسارہ اٹھانے میں اس شخص کی سی ہے کہ جس نے آگ روشن کی، پس جب آگ نے اس کے آس پاس کو خوب روشن کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی روشنی کو سلب فرمالیا اور چھوڑ دیا ان کو ایسی تاریکیوں میں کہ کچھ نہیں دیکھتے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے حکم سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی مشعل کو روشن کیا جس کی وجہ سے حق اور باطل اور ہدایت اور ضلالت خوب واضح اور روشن ہوگئی اور تمام مخلوق نے اس میں راہ پائی لیکن منافق اس

وقت اندھے ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے ان کے نورِ فطرت اور نورِ بصیرت کو سلب فرمالیا۔

آفتابِ نبوت و ہدایت نے اگرچہ تمام عالم کو روشن اور منور کردیا مگر جب تک آنکھ میں نور اور بینائی نہ ہو تو آفتاب کی روشنی کیا کام آوے، کاش کہ نرے اندھے ہوتے تب بھی غنیمت تھا، کیونکہ اندھا کسی کو پکار کر اس کی بات سن سکتا ہے مگر جب بہرا اور گونگا بھی ہو تو پھر راہ پر آنے کی کوئی امید نہیں، نابینا ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا، بہرا ہونے کی وجہ سے کسی کی نصیحت بھی نہیں سن سکتا اور گونگا ہونے کی وجہ سے کسی سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتا۔

اسی طرح منافقوں کو نہ عقل کی آنکھ ہے کہ جس سے خود سیدھا اور غلط راستہ پہچانیں اور دیکھ سکیں، اور نہ مرشد اور کسی اللہ والے کی طرف رجوع ہے کہ وہ ان کی دستگیری کرے اور ان کا راہنما بن جائے، اور نہ خود حق کی طرف کان لگاتے ہیں، پھر ایسے شخص کی راستہ پر آنے کی کیونکر امید ہو۔ ھٰذا توضیح ما قالہ الشّاہ عبد القادر الدّھلوی فی موضح القرآن۔

اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

مترجم گوید حاصل مثل آنست کہ اعمال منافقان ہمہ حبط شدند چنانکہ روشنی آں جماعت دور شد ۔انتہیٰ ۔

خلاصۂ مطلب یہ ہے کہ ہدایت کے بعد گمراہی میں چلا جانا ایسا ہے جیسا کہ روشنی کے بعد اندھیرے میں جا پھنسنا۔

عبداللہ بن مسعود اور دیگر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس آیت شریفہ کی تفسیر اس طرح منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف فرما ہوئے تو کچھ لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور بعد چندے منافق بن گئے ۔ تو ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شخص ظلمت اور تاریکی میں تھا، اس نے آگ سلگائی، اس کی روشنی سے آس پاس کی تمام چیزیں نظر آنے لگیں اور جو چیزیں بچنے کے قابل تھیں وہ اس کو معلوم ہوگئیں، یکایک وہ آگ بجھ گئی اور راستہ کے کانٹے اس کی نگاہ سے اوجھل ہوگئے، اب وہ حیران اور سرگردان ہے کہ کس چیز سے بچے اور کس چیز سے نہ بچے۔

اسی طرح یہ منافقین پہلے سے کفر اور شرک کی ظلمتوں اور تاریکیوں میں تھے کہ اسلام لے آئے کہ جس کی وجہ سے حلال وحرام، خیر اور شر سب معلوم ہوگیا اور یہ سمجھ گئے کہ کس چیز سے بچیں اور کس چیز سے نہ بچیں، اسی حالت میں تھا کہ منافق ہوگیا اور مثل سابق پھر ظلمات کفر میں جا پھنسا، اب اس کو حلال اور حرام، خیر اور شر کی کوئی

تمیز نہیں ۔(ابن کثیر)

امام رازی فرماتے ہیں کہ یہ تشبیہ نہایت صحیح ہے۔اول ایمان لا کر نور حاصل کیا، پھر نفاق کر کے اس نور کو ضائع کیا اور ہمیشہ کیلئے حیرت میں پڑ گئے۔

راہ دنیا میں جو ظلمت کی وجہ سے پریشانی لاحق ہوتی ہے اس کو اس پریشانی اور حیرت سے کہ جو راہ آخرت میں باطنی ظلمات کی وجہ سے پیش آئے وہ نسبت بھی نہیں جو قطرہ کو دریا کے ساتھ ہے، دنیا کی ہر پریشانی محدود اور متناہی ہے اور آخرت کی پریشانی غیر محدود اور غیر متناہی۔

امام ابن جریر فرماتے ہیں کہ یہ لوگ کسی وقت میں بھی ایمان نہیں لائے، ابتداہی سے منافق تھے کسی وقت بھی دل سے ایمان نہیں لائے، یہ لوگ از اول تا آخر منافق رہے تو اس صورت میں آیت کا مطلب وہ ہوگا کہ جو حضرت ابن عباس اور ابو العالیہ اور ضحاک اور قتادہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ منافقین نے محض زبان سے لاالہ الااللہ کا اقرار کیا اور محض ظاہراً اسلام لائے تو ان کو یہ نفع ہوا کہ اس کلمہ طیبہ کی روشنی میں دنیا میں خوب امن سے رہے، جان ومال محفوظ رہا مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت میں شریک رہے جب تک زندہ رہے کلمۂ شہادت کی روشنی سے یہ دنیوی منافع حاصل کرتے رہے، مرتے ہی ان کا یہ نور جاتا رہا اور عقاب سرمدی کے ظلمات میں جا پھنسے۔(ابن کثیر)

کلمۂ توحید اور کلمۂ شہادت اگر اخلاص سے کہا جائے تو سبحان اللہ نور علیٰ نور ہے، لیکن یہ کلمہ اگر نفاق سے بھی کہا جائے تب بھی اس میں ایک نور ہے اگرچہ وہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ناتمام اور ناکافی ہے اس لئے کہ یہ کلمہ سراسر حق ہے اگرچہ منافق اس کو اپنی حماقت سے حق نہ سمجھے اور ہر حق میں نور اور روشنی ہے، بہرحال منافق کو اس کلمہ طیبہ کے اعتراف واقرار کی وجہ سے ایک درجہ کا نور ضرور حاصل ہو جاتا ہے، ظلمت اور تاریکی جو کچھ ہے وہ نفاق کی وجہ سے ہے اور اس کلمۂ حق کی روشنی سے دنیوی فوائد اور منافع حاصل کئے جن کو حق جل شانہ نے ماحولہ سے تعبیر فرمایا، ہر منافق اور خود غرض کا طریق یہی ہے کہ ہر وقت اس کی نظر ماحول پر رہتی ہے اسی طرح ان منافقین نے ظاہری ماحول کو دیکھ کر فقط زبانی قول پر اکتفا کیا اور بجائے مغز کے خول کو کافی سمجھا اور یہ نہ سوچا کہ ظاہری ماحول کو دیکھنا احول (بھینگا) کا کام ہے، چونکہ دنیوی منافع چندروزہ ہوتے ہیں، اس لئے اس کو تشبیہ اس جلانے والی آگ سے دی گئی جو تھوڑی دیر میں بجھ گئی اور اس کا نفع جاتا رہا اور دائمی حیرت وحسرت نے اس کو آ گھیرا۔

ذھب اللہ بنورھم ، امام غزالی قدس اللہ سرہ مشکوٰۃ الانوار میں فرماتے ہیں کہ نور اس کو کہتے ہیں کہ جو بذاتہ اور بنفسہ ظاہر ہو اور دوسرے کیلئے مظہر ہو، علامہ سہیلی روض الانف ص ۱۲۶ میں فرماتے ہیں کہ ضیاء اس روشنی کو کہتے ہیں کہ جو نور سے منتشر ہو، نور ضیاء کیلئے اصل مبدا اور سرچشمہ ہے یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے جعل الشمس ضیاء والقمر نورا میں شمس کو ضیاء اور قمر کو نور فرمایا اس لئے قمر کی روشنی میں وہ انتشار اور پھیلاؤ نہیں جو آفتاب کی روشنی میں ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ الصلوٰۃ نور والصبر ضیاء نماز نور ہے اور صبر ضیاء ہے، نماز چونکہ عمود اسلام ہے اور فحشاء اور منکر سے بچاتی ہے اس لئے اس کو نور فرمایا کہ یہی نماز اس صبر کی اصل اور جڑ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے ضیاء فرمایا، فحشاء اور منکر سے بچنا یہی صبر کا سرچشمہ ہے، صبر کے معنی یہ ہیں کہ اپنے نفس کو خدا کی اطاعت پر روکنا اور اس کی معصیت سے بچانا، اس لئے صبر اسلام اور ایمان کے اکثر شعبوں کو حاوی اور شامل ہے لہٰذا صبر میں بنسبت نماز کے بہت زائد وسعت اور انتشار ہے جو نماز کی محافظت اور پابندی سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے نبی اکرم ﷺ نے نماز کو نور اور صبر کو ضیاء فرمایا اور چونکہ نور اصل اور مبداء ہے اور ضیاء اس کے تابع ہے اس لئے حق جل وعلا پر نور کا اطلاق درست ہے کما قال اللہ تعالیٰ اللہ نور السموات والارض اور ضیاء کا اطلاق جائز نہیں، اس لئے کہ اس کا نور تمام روشنیوں کی اصل ہے اس کا نور کسی کے تابع نہیں۔ انتہی کلامہ

حکماء نے نور اور ضیاء میں یہ فرق کیا ہے کہ جس کی روشنی میں حرارت اور گرمی ہو اس کو ضیاء کہتے ہیں اور جس روشنی میں ٹھنڈک ہو اس کو نور کہتے ہیں، اسی وجہ سے حق تعالیٰ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی آسان اور نرم شریعت کو نور فرمایا کما قال اللہ تعالیٰ قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین بے شک آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک عظیم الشان نور اور ایک روشن کتاب، اور شریعت موسویہ کو احکام شاقہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ضیاء فرمایا کما قال تعالیٰ: ولقد اٰتینا موسی وھارون الفرقان وضیاء بے شک دی ہم نے موسیٰ کو حق اور باطل میں فرق کرنے والی کتاب اور تیز روشنی۔ اور اسی وجہ سے کہ نماز میں آنکھوں میں ٹھنڈک ہے اور صبر میں حرارت اور گرمی ہے، نماز کو نور اور صبر کو ضیاء فرمایا۔

اور اس مقام پر حق تعالیٰ شانہ نے ذھب اللہ بنورھم فرمایا اور ذھب اللہ بضوءھم نہ فرمایا، اور اس لئے کہ مقصد یہ ہے کہ نور ان سے بالکلیہ زائل ہوگیا اور روشنی کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، ہر طرف سے ظلمت اور تاریکی نے ان کو آگھیرا، لہٰذا اگر اس مقام پر بجائے ذھب اللہ بنورھم کے ذھب اللہ بضوءھم کہا جاتا تو یہ معنی ہوتے کہ اللہ نے ان کی ضیاء یعنی نور کی شدت اور اس کے انتشار کو زائل کر دیا اور اصل نور باقی

رہ گیا، اور یہ معنی مقصود کے خلاف ہیں، اس لئے کہ مقصود تو یہ ہے کہ نور ان سے بالکلیہ زائل ہوگیا اور یہ مقصد نہیں کہ اصل نور تو باقی رہا محض اس کی شدت اور اس کی تیزی زائل ہوگئی، فافهم ذلك فانه دقيق ولطيف۔

ابتداء آیات میں چونکہ تذکرہ نار کا تھا اس لئے بظاہر اس کا اقتضاء یہ تھا کہ ذهب الله بنورهم میں بجائے نور کے نار کا ذکر کیا جاتا اور اس طرح کہا جاتا ذهب الله بنارهم (اللہ نے ان کی آگ کو بجھا دیا) لیکن بجائے نار کے نور کو اس لئے ذکر کیا گیا کہ نار میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک نور اور ایک حرارت اور احراق (جلانا) لہٰذا اشارہ اس طرف ہے کہ اس نار میں سے نور روشنی کو تو سلب کرلیا گیا اور حرارت اور احراق کو باقی چھوڑ دیا گیا۔

وتركهم في ظلمات لا يبصرون اور چھوڑا ان کو ایسی تاریکیوں میں کہ کسی شئے کو بھی نہیں دیکھتے، حدیث میں ہے کہ: الايمان بضع وسبعون شعبة ایمان کے ستر سے زائد شعبے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ایمان کا ہر شعبہ ایک نور اور مشعل ہے علی ہذا کفر اور نفاق کا ہر شعبہ ظلمت اور تاریکی ہے، پس کفر اور نفاق کے شعبوں کے بقدر یہ لوگ ظلمات اور تاریکیوں میں مبتلا ہیں۔

صم بكم عمي فهم لا يرجعون وہ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں پس یہ لوگ اب کسی صورت سے حق کی طرف نہیں لوٹیں گے اس لیے کہ جب ان کی روشنی چھین لی گئی اور اندھیروں میں چھوڑ دیے گئے تو ایسے مدہوش ہوگئے کہ سارے حواس مختل ہوگئے لہٰذا اب نہ حق کو دیکھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اور نہ زبان سے کسی سے پوچھ سکتے ہیں پس ضائع کردہ نور ہدایت کی طرف کیسے لوٹ سکتے ہیں۔

تنبیہ: یہ مثال ان منافقین کی ہے کہ جن کے دلوں میں نفاق خوب راسخ ہو چکا ہے اب وہ کسی طرح ہدایت کی طرف رجوع کرنے والے نہیں جیسا کہ صم بكم عمي فهم لا يرجعون سے معلوم ہوتا ہے اور دوسری آنے والی مثال ان منافقین کی ہے کہ جو ابھی متردد اور مذبذب ہیں کبھی اسلام کی طرف مائل ہوتے ہیں اور کبھی کفر کی طرف حیران ہیں کہ کیا کریں۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت پہ اجمالی نظر

عَنْ وَاثِلَۃَ بْنِ الْاَسْقَعِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللہِ ﷺ یَقُوْلُ اِنَّ اللہَ اصْطَفٰی کِنَانَۃَ مَنْ وُلْدِ اِسْمٰعِیْلَ واصْطَفٰی قُرَیْشاً مِنْ کِنَانَۃَ وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ۔ (رواہ مسلم)

”حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ بن الاسقع سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد اسمٰعیل میں سے کنانہ کو منتخب فرمایا اور کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا اور قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔“

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم شہر مکہ میں سردار قریش حضرت عبد المطلب کے گھر پیدا ہوئے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد ماجد کا نامِ نامی عبد اللہ اور والدہ محترمہ کا اسم گرامی آمنہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت سراپا بشارت ربیع الاوّل کے مہینہ میں دوشنبہ کے دن صبح صادق کے وقت آٹھویں یا نویں تاریخ کو ہوئی، انگریزی تاریخ ۲۰ اپریل ۵۷۱ء بیان کی گئی ہے اس وقت ایران میں نوشیروان عادل کی حکومت تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت بابرکت کے وقت بہت سے عجائبِ قدرت کا ایسا ظہور ہوا کہ کبھی دنیا میں وہ باتیں نہیں ہوئیں، بے زبان جانوروں نے انسانی زبان میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشخبری سنائی، درختوں سے آوازیں آئیں، بت پرستوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خوشخبری سنی، دُنیا کے دونوں بڑے بادشاہوں یعنی شاہ فارس اور شاہِ رُوم کو بذریعہ خواب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت و رفعت سے آگاہی دی گئی اور یہ بھی ان کو بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کی سطوت وجبروت کے سامنے نہ صرف کسریٰ و قیصر بلکہ ساری دنیا کی شوکتیں سرنگوں ہو جائیں گی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر میں تھے کہ والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور چار برس کی عمر میں مادر مہربان کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔

بچپن میں عجیب وغریب حالات مشاہدے میں آئے، ایک بڑا حصہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کم سنی کے حالات کا حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، حق یہ ہے کہ بڑی خوش نصیب تھیں۔ بت پرستی اور بے حیائی کے کاموں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ پرہیز کرتے رہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت اور امانت قبل از نبوت بھی تمام مکہ میں مشہور اور مسلم الکل تھی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب صادق اور امین زبان زدِ خلائق تھا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر گرامی پچیس سال کی ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح ہوا جو خاندانِ قریش میں ایک بڑی دانشمند اور دولت مند خاتون تھیں، نکاح کے وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال تھی۔

جب آپ کی عمر شریف چالیس سال کی ہوئی تو حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا رسول بنایا اور سارے عالم کی طرف مبعوث کیا۔

بعثت نبوت (مکی زندگی)

اکتالیسویں سال کے پہلے اعلان نبوت فرمایا، وحی الٰہی کا نزول ہوا۔

۱۔نبوت میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ایمان واسلام کی سعادت حاصل کی۔

۲۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، ارقم بن ارقم رضی اللہ عنہ، بلال حبشی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی سعادت حاصل کی، ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح، سعید رضی اللہ عنہ بن زید، عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن مسعود ایمان لائے اور شرف صحابیت کے لئے پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔

۳۔نبوت تک چپکے چپکے لوگوں کو اسلام کی تعلیم دی۔

۴۔نبوت سے کھلم کھلا دین سکھلایا جانے لگا، آزمائشوں کا دروازہ کھلا، ساحر و کاہن کے نام سے پکارے گئے،

حقیقی چچی ام جمیل زوجہ ابولہب نے راہ میں کانٹے بچھائے، نماز پڑھتے ہوئے گردن مبارک میں چادر ڈال کر بل دیے گئے، حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی ران پر نیزہ مار کر شہید کیا گیا، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر کوٹھری میں بند کر کے دھواں دیا گیا، بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو گرم گرم پتھروں پر لٹایا گیا، پیروں میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔

۵۔نبوت رجب کے مہینے میں انفرادی ہجرت کا حکم ہوا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وغیرہ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

۶۔نبوت میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے اور پھر تین دن کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، کعبہ میں نماز پڑھی گئی۔

۷۔نبوت میں شعب ابی طالب میں نظر بند کیے گئے، قریش نے آپ پر عرصہ حیات تنگ کرنے کا معاہدہ کیا، اوائل ۱۰ نبوت تک ہمہ قسم کے مظالم ڈھائے گئے اور ایمان لانے والوں کو بڑی طرح ستایا گیا۔

۱۰۔نبوت میں شعب ابی طالب کی اسیری سے رہائی کے بعد طائف کا سفر فرمایا۔ دعوت حق میں جسم اطہر کو لہو لہان کرایا اور خون کے پیاسوں کے لئے ہدایت کی دعا فرمائی۔

۱۱۔نبوت میں ایمان کے پہلے قافلے نے ایمان کی دولت پائی۔

۱۲۔نبوت میں ۲۷ رجب المرجب روز دوشنبہ معراج عطا ہوئی، پانچ وقت کی نماز فرض ہوئی۔

۱۳۔نبوت میں ۲۷ صفر المظفر شب جمعۃ المبارک کو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ بہ عزم ہجرت چھوڑا۔

بعد ہجرت (مدنی زندگی)

ا۔ہجری میں یکم ربیع الاول دوشنبہ کے دن غار ثور سے باہر تشریف لائے ۸۔ربیع الاول دوشنبہ کے دن رونق افروز قبا ہوئے۔

۲۲۔دوشنبہ کے دن قبا میں چودہ یوم قیام کے بعد نور افزائے مدینہ منورہ ہوئے مدینہ منورہ کا نام صدیوں سے یثرب تھا، اس یثرب نے آپ کے قدموں کی برکت سے مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے کا شرف حاصل کیا، مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کی بنیاد رکھی گئی۔

۲۔ہجری میں اذان کا حکم ہوا،کعبہ مکرمہ قبلہ قرار پایا،روزے فرض ہوئے تین سو تیرہ اصحاب رضی اللہ عنہ رسول رب العالمین نے رسول رب العالمین کی معیت میں غزوہ بدر میں شرکت کی ایک ہزار کا تین تیرہ کیا،امت محمدیہ کا فرعون ابوجہل مارا گیا۔

۳۔ہجری میں زکوٰۃ فرض ہوئی،ماہ شوال میں غزوہ احد پیش آیا،حضرت حمزہ عم النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہوئے،زبان رسالت نے سید الشہدا کا خطاب مرحمت فرمایا۔

۴۔ہجری میں شراب کا پینا حرام قرار پایا۔

۵۔ہجری میں عورتوں کو پردے کا حکم دے دیا گیا،آیت حجاب نازل ہوئی۔ماہ شوال میں غزوہ خندق پیش آیا۔

۶۔ہجری میں قریش سے تاریخی معاہدہ ہوا جو صلح حدیبیہ کے نام سے مشہور ہیں۔اسی سن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے وقت کے مشہور بادشاہوں کے پاس سفیر روانہ فرمائے اور اسلام کی دعوت پیش کی۔

۷۔ہجری میں غزوہ خیبر(ماہ محرم و ماہ صفر میں)شمامہ والی نجد،جبلہ رضی اللہ عنہ شاہ غسان،فردہ رضی اللہ عنہ بن عمرو خزاعی گورنر شام نے اسلام قبول کیا۔

۸۔ہجری رمضان المبارک میں،فتح مکہ کے موقع پر عام معافی کا اعلان،غزوہ حنین،بعد فتح مکہ خالد رضی اللہ عنہ بن ولید عثمان رضی اللہ عنہ بن ابوطلحہ اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مدینہ حاضر ہو کر اسلام کی سعادت حاصل کی،عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔

۹ ہجری ماہ رمضان میں غزوہ تبوک پیش آیا،حج فرض ہوا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امیر الحج مقرر فرمایا،عدی بن حاتم طائی رضی اللہ عنہ اکید رضی اللہ عنہ والی دومتہ الجندل،ذی الکلاع رضی اللہ عنہ بادشاہ قبائل حمیر نے اسلام قبول کیا۔

۱۰۔ہجری ایک لاکھ چوالیس ہزار شاگردوں(صحابیوں)کو ساتھ لے کر فریضہ حج ادا فرمایا اور اسلام کے تمام اصول سمجھا کر اُمت کو”وداع“کیا۔

جب عمر شریف تریسٹھ(63)برس کی ہوئی اور ہجرت کا گیارہواں سال شروع ہوا تو بارہ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کے دن بوقت چاشت چودہ دن بیمار رہ کر اس عالم سے رحلت فرمائی:انا للہ وانا الیہ راجعون۔آخری وصیت جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمائی وہ یہ تھی کہ نماز کی حفاظت کرنا اور اپنے لونڈی غلاموں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تھی وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر شریف بنائی گئی جو زیارت گاہِ عالم ہے۔

جوشعر ہذا کا مصداق ہے۔

فتوح فی فتوح فی فتوح
وروح فوق روح فوق روح

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق وعادات کو اپنے دل میں جمانا جس سے آپ ﷺ کی محبت بھی بڑھے اور جس سے ان عادات کو بھی اختیار کرنے کا شوق ہو۔ اب چند آیتیں اور حدیثیں اس باب کی لکھتا ہوں۔

1۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اور بے شک آپ ﷺ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔" (سورۃ ن آیت نمبر 4)

2۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "اے لوگو تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس (بشر) سے ہیں جن کو تمہاری (سب کی) مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں (بالخصوص) ایمانداروں کے ساتھ تو بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔" (سورۃ توبہ آیت نمبر 128)

3۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "کہ اس بات سے نبی ﷺ کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اُٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالیٰ صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتے۔" (سورۃ احزاب آیت نمبر 53)

فائدہ: کیا انتہا ہے آپ کی مروت کی کہ اپنے غلاموں کو بھی یہ فرماتے ہوئے شرماتے تھے کہ اب اپنے کاموں میں لگو اور یہ لحاظ اپنے ذاتی معاملات میں تھا اور احکام کی تبدیلی میں نہ تھا یہ آیتیں تھیں آگے حدیثیں ہیں۔

1۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دس (10) برس خدمت کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی مجھ کو اف بھی نہ کہا اور نہ کبھی یہ فرمایا فلانا کام کیوں کیا اور فلانا کام کیوں نہ کیا۔ (بخاری، مسلم)

فائدہ: ہر وقت کے خادم کو دس (10) برس کے عرصہ تک ہوں سے ہاں تک نہ فرمانا یہ معمولی بات نہیں، کیا اتنے عرصہ تک کوئی بات بھی خلاف مزاج لطیف نہ ہوئی ہوگی۔

2۔ ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑھ کر خوش اخلاق تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن مجھ کو کسی کام کے لیے بھیجا، میں نے کہا میں تو نہیں جاتا، دل میں یہ تھا کہ جہاں حکم دیا ہے وہاں جاؤں گا (یہ بچپن کا اثر تھا) میں وہاں سے چلا تو بازار میں چند کھیلنے والے لڑکوں پر گزرا، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑ لی، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم تو جہاں میں نے کہا تھا جا رہے ہو۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جا رہا ہوں۔ (مسلم)

3۔ ان ہی سے روایت ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن مبارک پر نجران کا بنا ہوا موٹی کنی کا چادر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک بدوی ملا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چادر سے پکڑ کر بہت زور سے کھینچا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے کے قریب جا پہنچا۔ پھر کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے لیے بھی اللہ کے اس مال سے دینے کا حکم دو جو تمہارے پاس ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف التفات فرمایا پھر ہنسے پھر اس کے لیے عطا فرمانے کا حکم دیا۔ (بخاری ومسلم)

4۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کبھی کوئی چیز نہیں مانگی گئی جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہو کہ نہیں دیتا (اگر ہوئی تو دے دیا اگر نہ ہوئی تو اس وقت معذرت اور دوسرے وقت کے لیے وعدہ فرمالیا)۔ (بخاری ومسلم)

5۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بکریاں مانگیں جو آپ ہی کی تھیں اور) دو پہاڑوں کے درمیان پھر رہی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو سب دے دیں، وہ اپنی قوم میں آیا اور کہنے لگا اے قوم مسلمان ہو جاؤ واللہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوب دیتے ہیں کہ خالی ہاتھ رہ جانے سے بھی اندیشہ نہیں کرتے۔ (مسلم)

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے کبھی نہیں مارا اور نہ کسی

عورت کو اور نہ کبھی کسی خادم کو، ہاں، راہِ خدا میں جہاد اس سے مستثنیٰ ہے مراد وہ مارنا ہے جیسے غصہ کے جوش میں عادت ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کبھی کوئی تکلیف نہیں پہنچائی گئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تکلیف پہنچانے والے سے انتقام لیا ہو۔ البتہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرتا تو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے لیے اس سے انتقام لیتے تھے۔ (مسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا حال بیان فرماتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مریض کی بیمار پُرسی فرماتے تھے اور جنازہ کے ساتھ جاتے تھے۔ الخ۔ (ابن ماجہ وبیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی شخص سے مصافحہ فرماتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں سے خود نہ نکالتے یہاں تک کہ وہی اپنا ہاتھ نکال لیتا تھا اور نہ اپنا منہ اس کے منہ کی طرف سے پھیرتے تھے یہاں تک کہ وہی اپنا منہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سے پھیر لیتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کبھی اپنے پاس بیٹھنے والوں کے سامنے اپنے زانوں کو بڑھاتے ہوئے نہیں دیکھے گئے (بلکہ صف میں سب کے برابر بیٹھتے تھے) ایک مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ زانوں سے مراد پاؤں ہو یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی کی طرف پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔ (ترمذی)

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت ایمان کی پہلی بنیاد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ”قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی بھی ایماندار نہ ہوگا جب تک میں اس کے والد اور اولاد سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں۔“

(صحیح بخاری، کتاب الایمان: 14)

ربیع الاول ۱۴۴۴ھ اکتوبر 2022ء

مردوں کو زنانہ اور عورتوں کو مردانہ لباس اور وضع قطع اختیار کرنے کی ممانعت

حضرت مولانا محمد یوسف خان صاحب مدظلہ العالی (استاذ الحدیث وناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ لاہور)

عن ابن عباس رضی اللہ عنه قال لعن رسول اللہ ﷺ المتشبھین من الرجال بالنساء والمتشبھات من النساء بالرجال۔ (رواہ البخاری)

"حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں۔ (یعنی ان کی شکل، ہیئت، ان کا لباس اور ان کا انداز اپنائیں اور ان عورتوں پر بھی جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں۔"

وضع قطع اور لباس کے بارے میں آپ ﷺ نے یہ بھی ہدایت دیں کہ مرد خاص عورتوں والا لباس پہن کر نسوانی صورت نہ بنائیں اور عورتیں مردوں والے مخصوص کپڑے پہن کر اپنی نسوانی فطرت پر ظلم نہ کریں۔

دورِ جدید میں فیشن پرستی کی وبا یہاں تک پہنچ چکی کہ مردوں نے بال لمبے کر کے لڑکیوں کی طرح "پونی" باندھنی شروع کر دی ہے اور کانوں میں بالیاں اور زیور پہننا شروع کر دیا۔

ابو داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان مردوں پر لعنت فرمائی جو زنانہ لباس پہنیں اور عورتوں پر جو مردانہ پہنیں۔ (معارف الحدیث جلد 6 ص نمبر 294)

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے نکال کر پھینک دی اور ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی کا یہ حال ہے کہ وہ اپنی خواہش سے دوزخ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں پہن لیتا ہے۔ (یعنی مرد کے لیے سونے کی انگوٹھی گویا دوزخ کی آگ ہے جو اس نے شوق سے ہاتھ میں پہن رکھی ہے) پھر جب رسول اللہ ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے تو کسی نے ان صاحب سے کہا (جن کے ہاتھ سے سونے کی انگوٹھی نکال کر پھینکی تھی) کہ اپنی انگوٹھی اُٹھا لو اور کسی طرح اپنے کام میں لے آؤ (مثلاً فروخت کر دو یا گھر کی خواتین میں سے کسی ایک کو دے دو) ان صاحب نے کہا خدا کی قسم جب رسول اللہ ﷺ نے اس کو پھینک دیا ہے تو اب میں اس کو کبھی نہیں اُٹھاؤں گا۔ (معارف الحدیث جلد 6 ص 314)

اس حدیث سے یہ سبق ملتا ہے کہ اگر مناسب اور مفید سمجھا جائے تو اپنے سے متعلق لوگوں کے ساتھ اصلاح کا یہ طریقہ بھی اختیار کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس جو چیز شریعت کے خلاف ہو اسے ان سے جدا کر دیا جائے۔

حضرت ابن ابی ملیکۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا گیا کہ ایک عورت مردوں جیسا جوتا پہنتی ہے اس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت پر لعنت کی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کرے۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت ابن الحطیہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خزیم اسدی اچھا آدمی ہے اگر اس کے بال لمبے نہ ہوں اور اس کے چادر نیچے لٹکی ہوئی نہ ہو۔ یہ بات خریم اسدی تک پہنچ گئی اس نے تیز دھار آلے کے ساتھ کانوں تک بال کاٹ لیے اور چادر آدھی پنڈلی تک اُٹھالی۔ (رواہ ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی اور "قسی" (ریشمی کپڑوں کی طرح کپڑا) پہننے سے اور میاثر (سرخ رنگ کی ریشمی زین) کے استعمال سے منع فرمایا۔ (رواہ الترمذی)

مردوں کو سونے کی انگوٹھی پہننا چاروں اماموں کے نزدیک حرام ہے جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بعض صحابہ جیسے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ منقول ہے کہ انہوں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی تو اس کا تعلق اس زمانہ سے ہے جب کہ یہ حرمت نافذ نہیں ہوئی تھی۔

فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ لوہے اور پیتل کی انگوٹھی وغیرہ پہننا مکروہ ہے اور مردوں کے لیے سونے کی انگوٹھی پہننا حرام ہے۔ (مظاہر حق جلد 4 ص 200)

ان تمام ارشادات نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آداب اسلامی کے پیش نظر ہمارے معاشرے کے افراد کے لیے لمحہ فکریہ ہے کہ جہاں پہلے مرد گلے میں زنجیریں اور ہار پہنتے تھے پھر ہاتھ میں کڑے اور انگلیوں میں انگوٹھیاں آئیں اور کچھ عرصہ سے بال لمبے کر کے لڑکیوں کی طرح "پونیا" باندھنی شروع کر دی تھیں۔ اور اب ایک "بوتیک" سے مردوں کے لیے دوپٹہ، کرتا اور شلوار متعارف کروایا گیا ہے۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب لکھتے ہیں کہ جس طرح مردوں کا طبقہ اپنی غرض و غایت کے لحاظ سے ایک مخصوص طبقہ ہے اسی طرح عورتوں کا طبقہ بھی اپنی خلقت کی مخصوص غرض و غایت رکھتا ہے اس لیے قدرتی طور پر مرد و زن میں باہمی ظاہری تمیز ہونی چاہیے۔ شریعت نے یہ گوارا نہیں کیا عورتیں مردوں کے ساتھ لباس میں تشبیہ کریں۔ (التشبہ فی الاسلام، صفحہ نمبر 230)

اللہ رب العزت امت مسلمہ کو مرد و زن کی وضع قطع میں مشابہت کے فتنہ سے محفوظ فرمائیں۔

ذکر حکیم الامت رحمہ اللہ

دیوبند ی دور کے اساتذہ کرام

طالب علمی کے آخری دور میں دیوبند کے قیام میں ایک مرتبہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی دیوبند تشریف آوری پر بیعت کی درخواست کی تھی ۔لیکن حضرت قطب عالم رحمہ اللہ نے یہ کہہ کر کہ طالب علمی کے زمانہ میں شغل باطن مخل تحصیل علم ہوگا انکار فرمادیا تھا جس کی تفصیل ”یادِ یاراں“ میں مذکور ہے ۔لیکن اسی زمانہ میں ایک دوسرے طالب علم کو حضرت نے بیعت فرمالیا جس سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو بہت قلق ہوا۔اور ۱۲۹۹ھ میں حضرت قطب الارشاد گنگوہی قدس سرہٗ تیسرے حج کو لے گئے تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے ہاتھ ہی دستی خط حضرت شیخ المشائخ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی خدمت میں لکھا کہ میں نے مولانا سے درخواست بیعت کی تھی مولانا نے انکار کردیا جناب سفارش فرمادیں اور حضرت کی حضرت قطب عالم رحمہ اللہ سے جو گفتگو ہوئی وہ تو معلوم نہیں لیکن حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے خط کا جواب حضرت شیخ المشائخ نے مرحمت فرمایا تھا اس میں بجائے سفارش کرنے کے خود ہی خط سے بیعت فرمالیا اور اس سے بہت قبل حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت حکیم الامت کے والد کو ایک خط لکھا تھا کہ جب تم حج کو آؤ تو اپنے بڑے لڑکے کو ساتھ لے کر آنا حالانکہ حضرت شیخ العرب والعجم کو اس وقت حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے کوئی خصوصی تعارف بھی نہ تھا۔خط سے بیعت کے بعد منجانب اللہ حاضری کی صورت بھی پیدا ہوئی وہ یہ کہ اس زمانے میں دیوبند میں ایک کمپنی قائم ہوئی تھی جس میں فی حصہ پانچ سو روپے کا تھا اور ایک شخص کو ایک حصہ سے زائد لینے کا حق نہ تھا مگر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے والد صاحب نے اپنے تمول کی وجہ سے تین حصے اس طرح لیے ۔ایک اپنے نام سے دوسرا حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے نام سے اور تیسرا حضرت کے چھوٹے بھائی منشی اکبر علی کے نام سے ۔اور کچھ عرصہ بعد بعض

وجوہ سے اس رقم کو واپس لے لیا۔اس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے والد صاحب کو لکھا کہ جو حصہ آپ نے میرے نام سے جمع کیا تھا اور اب واپس لے لیا وہ میری ملک ہے یا آپ کی؟ اس پر والد صاحب نے جواب دیا کہ اب تک تو میری ملک تھی اور مصلحتاً تمہارا نام لکھا تھا لیکن تمہاری ملک ہے۔اس پر کہا کہ اب تو اس رقم کی زکوٰۃ بھی مجھ پر واجب ہے اور اس کی وجہ سے مجھ پر حج بھی فرض ہو گیا۔والد صاحب نے زکوٰۃ کی رقم تو نقد بھیج دی اور حج کے متعلق لکھا کہ میں تمہاری چھوٹی بہن یعنی والدہ ماجدہ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی (شیخ الاسلام پاکستان) کے نکاح سے فارغ ہو جاؤں تو آئندہ سال حج کے لئے جاؤں گا۔اس وقت تم بھی ساتھ چلنا۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا (اگرچہ والد کا ادب بہت کرتے تھے اور ڈرتے بھی بہت تھے) آپ مجھے یہ لکھ دیجئے کہ تو آئندہ سال تک زندہ رہے گا۔اس پر والد صاحب رحمہ اللہ نے لکھا کہ یہ میں کیسے لکھ سکتا ہوں تو حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے لکھا کہ پھر حج کو کیسے موخر کرسکتا ہوں۔اس پر والد صاحب نے بہت ہی عجلت کی حالت میں شوال ۱۳۰۱ھ میں نہایت عجلت میں اپنی صاحبزادی کا کھڑے کھڑے نکاح پڑھ دیا اور شادی کی تقریبات سے فراغت بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے ساتھ حج کو روانہ ہو گئے۔جب کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ قدس سرہٗ کو کانپور کی ملازمت کو چند ماہ ہی ہوئے تھے۔اس سال دریا میں طغیانی بہت شدت سے تھی۔راستے میں والد صاحب کے دوستوں نے بھی طغیانی سے ڈرایا۔مگر والد صاحب نے فرمایا کہ اب تو ارادہ کرلیا ہے۔واقعی سمندر میں بہت زیادہ طغیانی تھی اور حضرت کا جہاز حیدری نام بہت چھوٹا جہاز تھا جو طغیانی کا تحمل نہیں کرسکتا تھا۔کبھی اِدھر جھکتا کبھی اُدھر۔موج کا پانی جہاز کے اوپر کو گزرتا اور سب سامان کو بھگو دیتا۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ نہایت عافیت کے ساتھ مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ارشاد ہے کہ جب اوّل بار بار بیت اللہ پر نظر پڑی ہے تو اس طرح کی کیفیت انجذابیہ شوقیہ ہوئی کہ پھر عمر بھر بھی کبھی نہیں ہوئی۔اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کو بھی حضرت کی حاضری پر مسرت ہوئی اور ارشاد فرمایا کہ تم چھ ماہ میرے پاس رہ جاؤ لیکن والد نے مفارقت گوارہ نہ کی تو اعلےٰ حضرت نے فرمایا کہ اب تو والد کی اطاعت کرو پھر کبھی موقع ہوا تو چھ ماہ آ کر رہ جانا۔اس سفر میں تجدید بیعت دست بدست بھی ہوگئی اور حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے والد بھی اسی سفر میں مشرف بہ بیعت ہوئے۔باوجود اعلیٰ حضرت کی خواہش کے والد صاحب نے مفارقت گوارہ نہ کی۔اس لئے واپس آنا پڑا۔لیکن باوجودیکہ حجاز سے واپسی پر جامع العلوم کانپور میں درس وتدریس کا سلسلہ چلتا رہا۔لیکن دن بدن علوم باطنی کی طرف رجحان بڑھتا رہا اور ۱۳۰۷ھ میں ذکر و شغل کی طرف جب زیادہ رجحان بڑھ گیا تو حاجی صاحب رحمہ اللہ سے ترک ملازمت کی اجازت چاہی لیکن حاجی

صاحب رحمہ اللہ نے منظور نہیں فرمایا۔ جو مفصل تو مکتوباتِ امدادیہ میں ہے اور مختصر اشرف السوانح میں ص ۲۷۱ پر فارسی میں بھی ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

ذوق وشوق کے حالات سے ترقی کا اندازہ ہوا۔ البتہ ملازمت کا ترک تعلق مناسب نہیں کہ یہ تجردانہ زندگی کے مناسب ہے۔ اہل وعیال کو مضطرب چھوڑنا ناعاقبت اندیشی ہے۔"

یہ والانامہ ۲۲ محرم ۱۳۰۷ھ کا ہے۔ اسی ذوق وشوق میں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضری کے عرائض بار بار لکھے اور چونکہ ۱۳۰۵ھ میں والد صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اس لیے اجازت کا مسئلہ بھی نہ تھا۔ ۱۳۱۰ھ کے آخر میں حج کے لیے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت کی تمنا تھی کہ چھ ماہ میرے پاس رہو کو پورا کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ وہاں جانے کے بعد اعلیٰ حضرت کے ایسے منظور نظر بنے کہ لوگوں کو رشک ہی نہیں حسد ہونے لگا۔ یہاں تک کہ حضرت خود فرمایا کرتے تھے کہ میں چاہتا تھا کہ حضرت میرے اوپر سب کے سامنے اتنی شفقت نہ فرمایا کریں تو اچھا ہے۔ آخر میں حکیم الامت حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو حاسدین سے اتنا اندیشہ ہو گیا تھا کہ چھ ماہ کا ارادہ پورا نہ ہو سکا اور ہفتہ عشرہ پہلے ہی تشریف لے آئے کہ میں ابھی تو حضرت کے ہاں مقبول ہوں آئندہ کہیں لگائی بجھائی کرنے والے حاسدین حضرت کو میری طرف سے مکدر نہ کر دیں۔ اس لیے انشراح کی حالت میں ہی رخصت ہو جانا چاہیئے اور اسی سفر میں اعلیٰ حضرت کی طرف سے اجازت بیعت بھی حاصل ہو گئی۔ واپسی پر اپنے مشغلۂ علمیہ میں مشغول رہے۔ اسی دوران حضرت کے ماموں پیر جی امداد علی جو عرصہ سے حیدرآباد میں مقیم تھے اور نہایت مغلوب الحال والمال تھے حیدرآباد سے واپسی میں کانپور کو قصداً اس تمنا میں گزرے کہ بھانجے کو بھی جن کا شہرہ سن رہے تھے ملاقات کروں، وہ کانپور میں آ کر سرائے میں ٹھہرے اور حضرت کو اطلاع دی کہ اگر تم اپنی وضع کے خلاف نہ سمجھو تو مجھے سرائے میں آ کر مل جاؤ۔ حضرت ملنے تشریف لے گئے اور باصرار اپنے مکان پر لے آئے۔ ماموں صاحب نے فرمایا بھی کہ میاں تم عالم باعمل ہو مجھے اپنے یہاں نہ لے جاؤ کہ دیکھنے والے یہ کہیں گے کہ کس لُچّے کو لے آئے۔ مگر حضرت کے اصرار پر پیر صاحب مع اپنی ساز وسامان کے جس میں آلات سماع بھی تھے مکان پر آ گئے۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ ماموں کی آواز میں اتنی سوزش تھی کہ کلمات سے آگ نکلتا کرتی تھی جس پر حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو ایک جوش پیدا ہوا کہ جس طرح بھی ہو ان سے عشق کی آگ لی جائے اور بے اختیار ماموں صاحب کی طرف رجوع کر لیا۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا یہ رجوع دوسری مرتبہ تھا۔ پہلی مرتبہ سفر حج ثانی ۱۳۱۰ھ سفر اجازت بیعت سے پہلے کا ہے۔ اس کا بیان اشرف السوانح ص ۲۱۵ پر ہے۔ بعض حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سوانح لکھنے والوں نے

دونوں کو خلط کر دیا۔اسی دوسرے رجوع پر حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی وہ خط وکتابت ہے جو تذکرۃ الرشید میں مفصل موجود ہے۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے اس رجوع پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے مولانا منور علی صاحب کے واسطے سے حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے شکوہ کیا۔جس کا مختصر ذکر یاد یاراں میں بھی ہے۔اشرف السوانح میں تو یہ قصہ بہت مختصر ہے اور خط کی طرف صرف اشارہ ہے۔لیکن تذکرۃ الرشید ص ۱۱۴ جلد اول پر یہ تذکرہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ وحضرت تھانوی رحمہ اللہ کی مکرر سہ کرر مراسلات کے ذیل میں مذکور ہے۔البتہ اشرف السوانح کی ترتیب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ وہنگامہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے دوسرے سفر حج اور اجازت سے قبل کا ہے۔لیکن تذکرۃ الرشید میں ان خطوط پر جو تاریخیں درج ہیں اُن میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے سب سے پہلے خط پر ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۴ھ ہے۔اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے جواب پر ۵ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ ہے اور حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا جواب ۵ محرم الحرام کا ہے اور تیسرا عریضہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ کا ۸ محرم ۱۳۱۵ھ کا ہے اور اس پر حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا جواب ۱۲ محرم ۱۳۱۵ھ کا ہے۔

(جاری ہے۔۔۔)

ترتیب سلوک

ارشاد فرمایا شرعاً ہر کام کا طریق وضابطہ متعین ہے اس لئے ہر کام درحقیقت وہ کہلایا جاتا ہے۔ جو صحیح طریقہ کے مطابق ہو۔ یونہی اگر اس کو کرلیا جائے تو گویہ کام صورتاً ہوتا نظر آتا ہے مگر حقیقتاً نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ کلیہ تو میرے خیال سے آپ سب حضرات کو تسلیم ہی ہوگا۔

حقوق واجبہ مستجاب پر مقدم ہیں

مثلاً کسی پر قرض ہو اور خیرات کرتا رہے قرض کی پرواہ نہ کرے یا کسی پر زکوٰۃ واجب ہو اور بجائے زکوٰۃ ادا کرنے کے خیرات کرتا رہے یا کسی پر قرض بھی ہو اور قرض ادا کئے بغیر حج کرنے چلا جاوے یا بیوی بچوں یعنی نابالغ اولاد کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اس کی ادائیگی کا تو اہتمام نہیں اور حج کرنے جارہا ہے یا ایسے ہی ورثاء جو ترکہ سے استحقاق وراثت رکھتے ہیں ان میں سے کسی وارث کے لئے وصیت بھی کررہا ہے حالانکہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں تو کیا یہ جتنے بھی کام ہیں سب ٹھیک ہیں؟ جواب دیا جائے گا کہ ایک بھی ٹھیک نہیں کیوں ٹھیک نہیں ہیں؟ اس لئے کہ فقہ ظاہری کے احکام شرعیہ کے مطابق نہیں، حکم حاکم کے خلاف کررہا ہے، دیکھنے میں تو یہ سب کام ہیں اور بظاہر اچھے بھی معلوم ہوتے ہیں لیکن یہ سب کام ناکام ہیں یعنی کام کے نام کے ساتھ موسوم کرنے کے قابل نہیں۔

سلوک میں داخلہ کے بعد کیا کرنا چاہئے

ٹھیک ایسے ہی تصوف وسلوک میں داخل ہوا، اپنی اصلاحی زندگی کی طرف مائل ہوا۔ اب اس کے کچھ معمولات وتسبیحات بھی ہیں کہ ان کو پڑھتا ہے ذکروتلاوت بھی ہے کہ ان کو بجالاتا ہے کوئی شغل بھی ہے اور مراقبات وتصورات بھی ہیں اور نہ معلوم کیا کیا اوراد ووظائف ہیں، یہ سب کچھ کررہا ہے لیکن پندرہ، سولہ سال کی عمر

جب سے وہ بالغ ہوا، اس زمانہ سے لے کر زمانۂ اصلاح کی طرف متوجہ ہونے تک کے درمیانی زمانہ کی نمازیں ہی نہیں پڑھی، اور اگر کبھی پڑھ لی، توکسی وقت کی نہیں بھی پڑھی، بیمار ہوا چھوڑ دی، سفر میں گیا چھوڑ دی، رمضان شریف کے روزے آئے کبھی پورے رکھ لیئے، کبھی نہیں رکھے یا کبھی دس دن کے رکھ لیئے، کبھی پانچ دن کے رکھ لیئے، سمجھ میں آیا رکھ لئے نہیں رکھے تو کوئی بات نہیں، زکوٰۃ کی ادائیگی کی طرف کبھی خیال بھی نہیں گیا، ہاں کوئی آتا جاتا سائل پہونچ گیا، اس کو سو بھی دیدیئے، دو سو بھی دیدیئے، ہزار بھی دیدیئے، دو ہزار بھی دیدیئے، پانچ ہزار بھی دیدیئے مگر نیت زکوٰۃ نہیں کی اور حساب زکوٰۃ رکھنے کی تو بات ہی نہیں، لوگ عمرے کے لئے جارہے تھے اس کو بھی خیال ہوا تو عمرے کے لئے چلا گیا مگر حج کی طرف التفات ہی نہیں اب جب سلوک وتصوف میں آیا اصلاح کی طرف متوجہ ہوا تو اشراق بھی ہے، چاشت بھی ہے، اوّابین بھی، تہجد بھی، وظیفوں ونفلوں میں لگ گیا، تلاوت کی طرف بھی لگ گیا۔

پہلی چیز قضاء نمازوں کی ادا ہے

لیکن یہ کبھی نہ سوچا کہ پندرہ سولہ برس کی عمر میں بالغ ہوا تھا اور اب میری اتنی عمر آ گئی ان دونوں عمروں کے درمیان کا زمانہ کتنا ہے؟ مثلاً پندرہ برس کی عمر میں بالغ ہوا تھا اب پینتالیس برس کی میری عمر تو پینتالیس میں سے پندرہ برس کا زمانہ بلوغ سے پہلے کا نکال دیجئے تو تیس رہ گئے اب تیس برس کی عمر کے زمانہ میں میری کتنی نمازیں چھوٹی، کتنے روزے چھوٹے، ان قضاء نمازوں اور روزوں کا اہتمام ہی نہیں اور نفلوں میں لگا ہوا ہوں یہ میری عقل کو خبط ہوگیا۔ کیا تیس برس میں کبھی سوچا غور وفکر کیا کبھی تحری کی، اسی سوچ اور غور وفکر کو تحری کہتے ہیں اس تحری کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اپنی حالت پر افسوس صد افسوس کرے گا کہ اتنا عرصہ کہ نمازیں میرے ذمہ ہیں، میں تو نفلوں کا اہتمام کر رہا ہوں اور فرائض قضاء کر رکھے ہیں جن کا بھاری بوجھ میری چھاتی پر ہے اس کا مجھے خیال بھی نہیں اور مجھے کسی نے ابھی تک ادھر توجہ ہی نہیں دلائی یہ میری بڑی بھاری غلطی ہے، اس افسوس کا یہ اثر ہوگا کہ اب دل کرے گا کہ نفلوں کو تو چھوڑوں گا اور جو فرائض کا قرضہ ہے اس کو ادا کروں گا۔

قضاء نمازوں کے ادا کا آسان طریقہ

جس کا طریقہ یہ ہے کہ بیس برس کا دس برس کا پندرہ برس کا جتنا زیادہ سے زیادہ خیال میں آوے حساب لگا لے اور اس کو ادا کرے کہ وہاں (اللہ میاں کے یہاں) نفلوں کی پوچھ نہیں ہوگی، فرائض کی پوچھ

ہو گی، اس کو احساس پیدا ہو گیا، سوچنے لگا کہ اب تک میں مغالطہ میں رہا اور اس نے نفلیں چھوڑ دی اور فرضوں کو ادا کرنا شروع کر دیا۔ اب بیچارہ پوچھتا پھرتا ہے کہ میں کس طرح ادا کروں۔ کسی تجربہ کار بتلانے والے نے زمانہ کے مزاجوں کو پرکھتے ہوئے بعنوان عام کہدیا کہ ارے میاں سیدھی سی بات ہے کہ جس وقت کی تم نماز پڑھ رہے ہو اس کے ساتھ جماعت سے قبل یا بعد اسی وقت کی قضاء کے صرف فرض پڑھ لیا کرو اور عشاء میں وتر بھی۔ اور فرصت و ہمت کے وقت ایک وقت یا ایک دن میں کئی کئی وقت یا کئی کئی دن کی پڑھ لیا کرو۔

درود بھولنا راہِ جنت بھولنا ہے

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْهُمَا قَالَ:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ نَسِیَ الصَّلَاۃَ عَلَیَّ خَطِئَ طَرِیْقَ الْجَنَّۃِ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا اُس نے جنت کا راستہ بھلا دیا۔"

ابن ماجه، باب الصلاة على النبي ﷺ: 908 صحيح

مؤلفہ: حکیم الامت مجدد ملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

شرح اردو: مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ

باب دنیا سے رخصت ہونے کے وقت بزرگوں کے احوال کے بیان میں

اُستاذ ابو علی رحمہ اللہ فرماتے ہے کہ صوفیہ رحمہ اللہ کے حالات بوقت نزع مختلف ہوتے ہیں بعض پر ہیبت کا غلبہ ہوتا ہے اور بعض پر رجاء کا اور بعض پر اس حالت میں ایسی چیزیں (نعماء آخرت یا بشارات) منکشف کر دی جاتی ہیں جو اس کے لیئے سکون و اطمینان کا سبب ہو جاتی ہیں۔

نزع کے وقت بجائے ذکر کے مذکور ذاتِ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا

بعض بزرگوں سے حالت نزع میں کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو۔ تو فرمایا کہ تم کب تک مجھ سے یہ کہتے رہو گے حالانکہ میں حق تعالیٰ ہی کی محبت میں جل بھن رہا ہوں۔ اور بعض لوگوں نے بیان کیا کہ میں حضرت ممشاد دینوری رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کی وفات کے وقت حاضر تھا۔ ان سے کہا گیا کہ تم بیماری کو کیسے پاتے ہو فرمایا کہ بیماری سے پوچھو کے وہ مجھے کیسا پاتی ہیں۔ پھر اُن سے کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہیے تو دیوار کی طرف چہرہ پھیر لیا اور فرمایا کہ میں نے اپنی پوری ہستی کو تیری ہستی کے لئے فنا کر دیا۔ یہی جزاء ہے اُس شخص کی جو آپ سے محبت کرے۔

اور ابو محمد دسلی رحمہ اللہ سے وفات کے وقت کہا گیا کہ لا الہ اللہ کہو تو فرمایا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو ہم (خوب) سمجھتے ہیں اور اسی پر فنا ہو رہے ہیں اس کے بعد یہ شعر پڑھا (ترجمہ شعر) جب میں اس کا عاشق ہو گیا تو اس نے ناز کیا کہ اس پہن لیا اور مجھ سے اعراض کرنے لگا۔ اور اس پر راضی نہیں ہوا کہ میں اس کا غلام ہوں (یعنی اس کو ادائے حق کے لیے کافی نہیں سمجھا اور حضرت شبلی رحمہ اللہ سے ان کی وفات کے وقت کہا گیا کہ لا الہ اللہ کہو تو یہ شعر پڑھا۔ (ترجمہ شعر) اس کی سلطانی محبت نے کہا کہ میں رشوت قبول نہیں کیا کرتا۔ تم اُس سے اُسی کی قسم دے کر پوچھو کہ پھر وہ کیوں میرے قتل کے درپے ہیں (مطلب شاید یہ ہے کہ عدالت عشق

میں رشوت سے تو کام چلتا نہیں کہ اس کے ذریعے جان بچ سکے۔اب تم سلطان تخت ہی سے دریافت کرو کہ مجھے کس گناہ میں قتل کیا جاتا ہے۔یہ عنوان عاشقانہ ہے اس پر شبہ سوءادب کا نہ کیا جائے) حکایت ہے کہ اُن سے یعنی (حضرت ابوالحسن نوری رحمہ اللہ سے بوقت وفات) کہا گیا کہ لا الہ اللہ کہو۔انھوں نے فرمایا کہ کیا میں اس کے پاس نہیں جارہا ہوں۔ابوعلی روزباری کی حکایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں جنگل میں ایک نوجوان سے ملا۔اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا کہ کیا (میرے) محبوب کے لئے یہ کافی نہ تھا کہ مجھے اپنے محبوب میں مشغول ومشغوف کرلیا تھا۔یہاں تک کہ مجھے (ظاہری طور پر بھی) بیمار کردیا اس کے بعد میں نے دیکھا کہ فوراہی اُس کا نزع شروع ہوگیا۔میں نے اسے کہا لا الہ اللہ کہو۔اس نے اشعار پڑھے:

(ترجمہ اشعار) اے وہ ذات کہ میرا بدون اس کے نباہ نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ مجھے عذاب دہ تکلیف پہنچائے اور اے وہ ذات کہ جس نے میرے قلب پر ایسا قبضہ کیا ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں ہے۔

اور حضرت جنید رحمہ اللہ سے (بوقت وفات) کہا گیا کہ لا الہ الا اللہ کہو فرمایا کہ میں اسے بھولا نہیں ہوا ہوں کہ (از سرنو) یاد کروں۔اس کے بعد یہ اشعار پڑھے (ترجمہ اشعار) وہ (ہر وقت) میرے دل میں حاضر اور اس کی آبادی ورونق کا سبب ہے۔میں اسے بھول نہیں گیا کہ (از سرنو) یاد کروں۔وہی میرا آقا اور معتمد ہے اور میرا اس سے تعلق کا حصہ کامل ہے۔(قشیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ) میں نے عبداللہ بن یوسف اصبہانی سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے ابوالحسن بن عبداللہ طرسوسی رحمہ اللہ سے سنا وہ بواسطہ علوش دینوری رحمہ اللہ حضرت مزین کبیر رحمہ اللہ سے نقل کرتے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا کہ اچانک مجھے (باطن میں) ایک اضطراب پیش آیا۔میں مدینہ طیبہ کا اردہ کرکے شہر سے باہر نکلا۔جب بیر میمونہ کے پاس پہنچا اچانک ایک جوان کو زمین پر پڑا ہوا دیکھا میں اس کے پاس گیا دیکھا تو وہ نزع کی حالت میں تھا۔میں نے اس کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کی۔اُس نے آنکھیں کھول دیں اور یہ شعر پڑھا (ترجمہ) اگر میں مر رہا ہوں تو کیا حرج ہے۔کیونکہ عشقِ الٰہی میرے دل میں بھرا ہوا ہے۔اور شریف لوگ عشق ہی کی بیماری سے مرا کرتے ہیں۔اس کے بعد ایک نعرہ مارا اور انتقال کر گئے۔میں نے غسل وکفن دیکر نماز جنازہ پڑھی۔جب دفن سے فارغ ہوا تو میرے قلب کا اضطراب اور سفر کا ارادہ سب ختم ہوگئے واپس مکہ معظمہ آگیا۔

ف: گویا اللہ تعالیٰ نے وہ تقاضہ سفر کا اس نوجوان کی خدمت کے لیے پیدا کیا تھا۔

جشنِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک لمحۂ فکریہ

شیخ الاسلام حضرت مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی

حمد وستائش اس ذات کے لیے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا اور درود وسلام اس کے آخری پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا۔

---

12 ربیع الاوّل کو عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منانے کا رواج کچھ عرصے سے مسلسل چلا آرہا ہے چونکہ عہد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور قرونِ اولیٰ میں اس ”عید“ کا کوئی پتہ نہیں ملتا۔ اس لیے اکابر علماء حق ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ یہ دن منانے کی رسم ہم میں عیسائیوں اور ہندوؤں سے آئی ہے، تاریخ اسلام کے ابتدائی دور میں اس کی کوئی بنیاد نہیں ملتی لہٰذا اس رسم کی حوصلہ افزائی کے بجائے حوصلہ شکنی کرنی چاہیے۔ مسلمانوں کا اصل کام یہ ہے کہ وہ ان رسمی مظاہروں کے بجائے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی طرف متوجہ ہوں اور ایک دن میں عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منا کر فارغ ہو جانے کے بجائے اپنی پوری زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کے سانچے میں ڈھالنے کی فکر کریں۔

یہ علما دیوبند اور علما اہل حدیث کا مؤقف تھا اور بریلوی مکتب فکر کے حضرات اس سے اختلاف کرتے تھے۔ لیکن اب چند سالوں سے جو صورتِ حال سامنے آرہی ہے اس میں یہ مسئلہ صرف دیوبندی مکتب فکر کا نہیں رہا۔ بلکہ ہر اس مسلمان کا مسئلہ بن گیا ہے جو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت ومحبت اور حرمت وتقدیس کا کوئی احساس اپنے دل میں رکھتا ہو۔ اب صرف علمائے دیوبند اور علمائے اہل حدیث ہی کو نہیں بلکہ علمائے بریلی کو بھی اس پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے کہ جشن میلا النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر یہ قوم دینی تباہی کے کس گڑھے کی طرف جا رہی ہے کیونکہ جن حضرات نے ابتدا میں محفلِ میلاد وغیرہ کو مستحسن قرار دیا تھا ان کے چشم تصور میں بھی غالباً وہ باتیں نہیں ہوں گی جو آج ”جشن میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کا جزو لازم بنتی جارہی ہیں۔

شروع میں محفل میلاد ﷺ کا تصور ایک ایسی مجلس کی حد تک محدود تھا جس میں سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت کا بیان کیا جاتا ہو۔لیکن انسان کا نفس اس قدر شریر واقع ہوا ہے کہ جو کام وحی کی رہنمائی کے بغیر شروع کیا جاتا ہے وہ ابتدا میں خواہ کتنا مقدس نظر آتا ہو لیکن رفتہ رفتہ اس میں نفسانی لذت کے مواقع تلاش کر لیتا ہے اور اس کا حلیہ بگاڑ کر چھوڑتا ہے۔ چنانچہ اب اس کے محبوب ترین پیغمبر ﷺ کے مقدس نام پر جو کچھ ہونے لگا ہے،اسے دیکھ اور سن کر پیشانی عرق عرق ہو جاتی ہے۔

ہر سال عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے کراچی میں ظلم و جہالت کے ایسے ایسے شرمناک مظاہرے کیے جاتے ہیں کہ ان کے اور ان کے انجام کے تصور سے روح کانپ اُٹھتی ہے۔مختلف محلوں کو رنگین روشنیوں سے دلہن بنایا جاتا ہے اور وہاں کے تقریباً تمام ہوٹلوں میں میلاد النبی ﷺ اس طرح منائی جاتی ہے کہ لاؤڈ اسپیکر لگا کر بلند آواز سے شب و روز ریکارڈ نگ کا طوفان برپا رہتا ہے۔ بہت سے سینماؤں میں "عید میلاد النبی ﷺ" کی خوشی میں سینکڑوں بلب لگا کر ان اخلاق سوز اور برہنہ تصویروں کو اور نمایا کر دیا جاتا ہے جو اپنی ہر ہر ادا سے سرکار دو عالم ﷺ کے احکام کی نافرمانی کی برملا دعوت دیتی ہیں اور ان ہی مقامات پر انسانیت کُش تصویروں کے سائے میں شاید تبرک کے خیال سے خانہ کعبہ اور روضہ اقدس کی تصویریں بھی چسپاں کی جاتی ہیں۔قدم قدم پر روضہ اطہر ﷺ اور مسجد نبوی ﷺ کی شبیہیں بنا کر کھڑی کی جاتی ہیں جنہیں کچھ بے فکرے نوجوان ایک تفریح گاہ کے طور پر استعمال کر رہے ہیں اور کچھ بے پردہ عورتیں انہیں چھو چھو کر خیر و برکت حاصل کر رہی ہیں اور ظاہر ہے کہ جب پورے محلہ کو روشنیوں میں نہلا کر جگہ جگہ محرابیں کھڑی کر کے اور قدم قدم پر فلمی ریکارڈ بجا کر ایک میلے کا سماں پیدا کر دیا جائے تو پھر عورتیں اور بچے ایسے میلے کو دیکھنے کے لیے کیوں نہ پہنچیں جس میں میلے کا لطف بھی ہے اور (معاذ اللہ) تعظیم رسول ﷺ کا ثواب بھی چنانچہ راتوں کو دیر تک یہاں تفریحی بازمردوں،عورتوں اور بچوں کا ایسا مخلوط اجتماع ہوتا ہے جس میں بے پردگی،غنڈہ گردی اور بے حیائی کی کھلی چھوٹ ملی ہوتی ہے۔

راقم الحروف ایک روز ایک محلے سے گزرتے ہوئے یہ دلدوز مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اور اس آیت قرآنی کے تصور سے روح کانپ رہی تھی کہ:

وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ

تَعۡدِلۡ كُلَّ عَدۡلٍ لَّا يُؤۡخَذۡ مِنۡهَا ؕ أُولَٰٓئِكَ الَّذِيۡنَ أُبۡسِلُوۡا بِمَا كَسَبُوۡا ۚ لَهُمۡ شَرَابٌ مِّنۡ حَمِيۡمٍ وَّعَذَابٌ أَلِيۡمٌ بِمَا كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ ۝ (الانعام:70)

"اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کشی اختیار کرلو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال دیا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ ان کو نصیحت کرو تا کہ کوئی شخص اپنے کیے میں اس طرح گرفتار نہ ہو جائے کہ اللہ کے سوا اس کا کوئی حمایتی اور سفارش کرنے والا نہ ہو اور اگر وہ دنیا بھر کا معاوضہ دے ڈالے تب بھی نہ لیا جائے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے کیے میں گرفتار ہوئے ان کے لیے کھولتا ہوا پانی پینے کے لیے ہوگا۔ اور کفر کے سبب دردناک سزا ہوگی۔"

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس آیت کا مصداق بننے سے محفوظ رکھے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس محلے سے گزرتے ہوئے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لایا ہوا دین پکار پکار کر یہ فریاد کر رہا ہے کہ "محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احسانات کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی محبت وعظمت کے نام پر ان کی ایک ایک تعلیم کو جھٹلاؤ؟ ان کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرو؟ اور ان کی یاد منانے کے بہانے جاہلیت کی ان تمام رسموں کو زندہ کر کے چھوڑ دو جنہیں اپنے قدموں تلے روندنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے؟ خدا کے لیے سوچو کہ جس ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساز و رباب اور چنگ و بربط توڑنے کے لیے مبعوث کیا گیا تھا، اس کے "جشن ولادت" میں ساز و رباب سے کھیل کر تم کس غضب الٰہی کو دعوت دے رہے ہو؟ جس ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے سر پر عفت وعصمت کا تاج رکھا تھا اور جس نے اس کے گلے میں عزت و آبرو کے ہار ڈالے تھے اس کی محبت و تقدیس کے نام پر تم عورت کو بے پردگی اور بے حیائی کے کس میلے میں کھینچ لائے ہو؟ جس ذات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نام ونمود، ریا و نمائش، اسراف اور تعیش کے تمام جذبات کو فنا کر کے قناعت و سادگی، ایثار و تواضع اور جہد وعمل کی تعلیم دی تھی اس کی یاد میں اسراف و تبذیر کی یہ نمائش منعقد کر کے تم کس کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے ہو؟ اگر دین کی کوئی صحیح خدمت تم سے نہیں ہو سکتی اگر تم اپنی عام زندگی میں اللہ کی نافرمانیوں کو ترک نہیں کر سکتے، اگر محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات تمہارے عیش پرست مزاج کو بار معلوم ہوتی ہے تو تمہاری زندگی کے بہت سے شعبے اس عیش پرستی کے لیے کافی ہیں۔ خدا کے لیے اللہ کے محبوب ترین پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ہوا و ہوس کا یہ بازار لگا کر اسی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کا مذاق تو نہ اُڑاؤ جس کی تقدس اور پاکیزگی کے آگے فرشتوں کی

گردنیں بھی خم ہوجاتی ہیں۔اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر دیکھو کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ایک حکم کی نافرمانی کرنے کے بعد تم کس چیز کی خوشی میں اپنے درودیوار پر چراغاں کر رہے ہو؟ کیا تمہیں اس بات کی خوشی ہے کہ چودہ سال کی اس مدت میں تم نے اپنی عملی زندگی میں اس دین برحق کی کوئی قدر صحیح سالم نہیں رکھی؟

لیکن عیش ونشاط کی گونجتی ہوئی محفلوں میں کون تھا جو دین مظلوم کی اس فریاد کو سن سکتا؟ جن لوگوں کا مقصد ہی اس قسم کے ہنگاموں سے عیش ونشاط کا سامان پیدا کرنا ہے ان کا کوئی ذکر ہی نہیں، لیکن جو لوگ واقعتاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم ومحبت ہی کے خیال سے اس قسم کے جشن مناتے ہیں وہ بھی یہ بات فراموش کر جاتے ہیں کہ اسلام اور اکابر اسلام کو دوسرے مذاہب اور ان کے پیشواؤں پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔اسلام نے جہاں ہمیں اپنے اکابر کی تعظیم اور ان کے تذکرے کو برقرار رکھنے کا حکم دیا ہے وہاں ہمیں اس کا طریقہ بھی بتایا ہے، یہ وہ دین حق ہے جس نے ہمیں دوسرے مذاہب کی طرح رسمی مظاہروں میں اُلجھانے کی بجائے زندگی کے اس اصلی مقصد کی طرف متوجہ کیا ہے جس کے لیے یہ اکابر اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ورنہ اگر اسلام بھی دوسرے مذاہب کی طرح ان رسمی مظاہروں میں اُلجھ جاتا تو آج ہم اس بات پر فخر محسوس نہ کرسکتے کہ ہمارا دین بفضلہٖ تعالیٰ اسی شکل میں محفوظ ہے جس شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی مذہب کے پیروکار محض ظاہری رسموں اور نمائشوں میں اُلجھ جاتے ہیں تو رفتہ رفتہ مذہب کی اصل تعلیمات مٹتی چلی جاتی ہیں اور بالآخر بے جان رسموں کا ایک ایسا ملغوبہ باقی رہ جاتا ہے جس کا انجام نفسانی خواہشات کی حکمرانی کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور جو مادہ پرستی کی بدترین شکل ہے۔ان تمام تقریبات کا اصل مقصد تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ ان کے ذریعہ وہ خاص شخصیت یا وہ خاص واقعہ ذہن میں تازہ ہو جس کی یاد میں وہ تقریب منعقد کی جارہی ہے۔اور پھر اس سے اپنی زندگی میں سبق حاصل کیا جائے لیکن انسان کا نفس بڑا شریر واقع ہوا ہے اس نے ان تہواروں کی اصل روح کو تو بھلا کر نابود کر دیا اور صرف وہ چیزیں لے کر بیٹھ گیا جس سے لذت اندوزی، عافیت کوشی اور عیش پرستی کی راہ کھلتی تھی۔اس کی وضاحت ایک مثال سے ہوسکے گی۔

عیسائی قومیں ہر سال 25 دسمبر کو کرسمس کا جشن مناتی ہیں۔یہ جشن دراصل حضرت عیسیٰ کا جشن ولادت

ہے اور اس کی ابتدا اسی مقدس انداز میں ہوئی تھی کہ اس دن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کی تعلیمات کو یاد کیا جائے گا۔ چنانچہ ابتدا میں اس کی تمام تقریبات کلیسا میں انجام پاتی تھیں اور ان میں کچھ مذہبی رسوم ادا کی جایا کرتی تھیں لیکن رفتہ رفتہ اس جشن کا سلسلہ کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا؟ اس کی مختصر داستان جشن و تقریبات کی ایک ماہر مصنفہ میری ہیزلٹائن سے سنیے وہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ "کرسمس" میں لکھتی ہیں:

"کئی صدیوں تک کرسمس خالصتاً ایک کلیسا کا تہوار تھا جسے کچھ مذہبی رسومات ادا کر کے منایا جاتا تھا لیکن جب عیسائی مذہب بُت پرستوں کے ممالک میں پہنچا تو اس میں "سرمائی نقطہ انقلاب" کی بہت سی تقریبات شامل ہوگئیں اور اس کا سبب گریگوری اعظم (اول) کی آزاد خیالی اور اس کے ساتھ مبلغین عیسائیت کا تعاون تھا اس طرح کرسمس ایک ایسا تہوار بن گیا جو بیک وقت مذہبی بھی تھا اور لادینی بھی، اس میں تقدس کا پہلو بھی تھا اور لطف اندوزی کا بھی۔"

اب کرسمس کس طرح منایا جانے لگا؟ اس کو بیان کرتے ہوئے میری ہیزلٹائن لکھتی ہیں: "رومی لوگ اپنی عبادت گاہوں اور اپنے گھروں کو سبز جھاڑیوں اور پھولوں سے سجاتے تھے ڈرائڈس (پرانے زمانے کے پادری) بڑے تزک و احتشام سے امربیلیں جمع کرتے اور اسے اپنے گھروں میں لٹکاتے، سیکسن قوم کے لوگ سدابہار پودے استعمال کرتے۔"

انہوں نے آگے بتایا ہے کہ کس طرح شجر کرسمس (Christmas Tree) کا رواج میلہ، چراغاں اور آتش بازی کے مشغلے اختیار کیے گئے۔ قربانی کی عبادت کی جگہ شاہ بلوط کے درخت نے لے لی، مذہبی نغموں کی جگہ عام خوشی کے نغمے آگئے اور:

"موسیقی کرسمس کا ایک عظیم جزو بن گئی۔"

مقالہ نگار آگے رقمطراز ہے:

"اگرچہ کرسمس میں زیادہ زور مذہبی پہلو پر دیا گیا تھا لیکن عوامی جوش و خروش نے نشاط انگیزی کو اس کے ساتھ شامل کر کے چھوڑا۔"

"گانا بجانا، کھیل کود، رقص، ناٹک بازی اور پریوں کے ڈرامے تقریبات کا حصہ ہو گئے۔"

(انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا ص642، اے ج5 مطبوعہ 1950ء مقالہ "کرسمس")

ایک طرف کرسمس کے ارتقاء کی یہ مختصر تاریخ ذہن میں رکھیے اور دوسری طرف اس طرز عمل پر غور کیجیے جو چند سالوں سے ہم نے جشن میلاد النبی ﷺ منانے کے لیے اختیار کیا ہوا ہے کیا اس سے یہ حقیقت بے نقاب نہیں ہوتی کہ ع

ایں رہ کہ تو می روی بہ ترکستان است

یہاں ترکستان کی جگہ انگلستان کہہ دیجیے تو یہ زبان زد مصرعہ ہمارے موجودہ حالات کی بالکل سچی تصویر بن جائے گی۔

اسلام اس عالم الغیب کا مقرر کیا ہوا دین ہے جو اس کائنات کے ذرہ ذرہ سے باخبر ہے اور جس کے علم محیط کے آگے ماضی، حال اور مستقبل کی سرحدیں بے معنی ہیں وہ نفس انسانی کی ان فریب کاریوں سے پوری طرح واقف ہے جو تقدس کا لبادہ اوڑھ کر انسانیت کو گمراہ کرتی ہیں۔ اس لیے خاص خاص واقعات کی یادگار قائم کرنے کے لیے ان تمام طریقوں سے پرہیز کا حکم دیا ہے جو ان کی اصل روح کو فنا کر کے انہیں عیش وعشرت کی چند ظاہری رسوم کا بہانہ بنا سکتے ہوں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین کے دور میں ہمیں کہیں نظر نہیں آتا کہ انہوں نے سرورکائنات ﷺ کی ولادت باسعادت جیسے عظیم الشان واقعہ کا کوئی دن منایا ہو۔ اس کے برخلاف ان کی تمام تر توجہات آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کو اپنانے اور آپ ﷺ کے پیغام کو پھیلانے کی طرف مرکوز رہیں اور اسی کا نتیجہ تھا کہ آج چودہ سو سال گزرنے پر بھی ہم مسلمان بیٹھے ہیں اور اگر اسلام پر عمل کرنا چاہیں تو یہ دین ٹھیک اسی طرح محفوظ ہے جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم تک پہنچایا تھا۔

لہٰذا اگر ہم اپنے اسلاف کے اس طرز عمل کو چھوڑ کر غیر مسلم اقوام کے دن منانے کے طریقے کو اپنائیں گے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم دین کے نام پر کھیل تماشوں کے اسی راستے پر جارہے ہیں جس سے اسلام نے بڑی احتیاط اور تدابیر کے ساتھ ہمیں بچایا تھا۔ آپ کو معلوم ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقوام کی مشابہت سے پرہیز کرنے کی جابجا انتہائی تاکید کے ساتھ تلقین کی ہے۔ انتہا یہ ہے کہ عاشورہ محرم کا روزہ جو ہر اعتبار سے ایک نیکی ہی نیکی تھی اس میں یہودیوں کی مشابہت سے بچانے کے لیے یہ حکم دیا تھا کہ صرف دس تاریخ کا روزہ نہ رکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ نو یا گیارہ تاریخ کا روزہ بھی رکھا جائے تاکہ مسلمانوں کا روزہ عاشورہ یہودیوں سے ممتاز ہو جائے۔

غور فرمائیے کہ جس دین حنیف نے اس باریک بینی کے ساتھ غیر مسلم اقوام کی تقلید بلکہ مشابہت

سے بچانے کی کوشش کی ہے اس کو یہ کیسے گوارا ہوسکتا ہے کہ سرورکائنات ﷺ کا یوم پیدائش ماننے کے لیے ان اقوام کی نقالی شروع کردی جائے جنہوں نے اپنے دین کو بگاڑ بگاڑ کر کھیل تماشوں میں تبدیل کردیا ہے؟

مذکورہ بالا حقائق کے پیش نظر ہم اپنے ملک کے تمام علماء دینی رہنماؤں، مذہبی جماعتوں اور بااثر مسلمانوں سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس مسئلے پر پوری سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں۔ہماری یہ اپیل صرف اہل حدیث اور دیوبندی مکتب فکر کے حضرات تک محدود نہیں بلکہ ہم بریلوی مکتب فکر کے حضرات سے یہی گزارش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ "عید میلاد النبی ﷺ" کے نام پر جو المناک حرکتیں اب شروع ہو چکی ہیں وہ یقیناً ان کو بھی گوارا نہیں ہوں گی۔

یہ مسئلہ بالکل علیحدہ ہے کہ "محفلِ میلاد" منعقد کرنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور "عید میلاد النبی ﷺ" کے نام سے کوئی دن منانا کس حد تک درست ہے؟ اس مسئلہ میں بریلوی مکتب فکر کے حضرات ہم سے اختلاف کرسکتے ہیں لیکن جس انداز سے یہ دن اب منایا جانے لگا ہے اور دین حنیف پر جو ظلم اس مقدس نام سے کیا جارہا ہے ہمیں یقین ہے کہ اس کی طرف باشعور بریلوی حضرات بھی غور فرمائیں گے تو ہماری یہ اپیل نہیں اپنے قلب وضمیر کی آواز محسوس ہوگی۔

لہٰذا ہم دیوبندی بریلوی اور اہلِ حدیث تمام مکاتب فکر کے سربرآوردہ حضرات سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ خدا کے لیے وہ آنحضرت ﷺ کے مقدس نام نامی کے ساتھ ان ناقابل برداشت گستاخیوں کا سدباب کرنے کی فکر کریں اور اپنی تقریر وتحریر اور ذاتی کوششوں کے ذریعہ عوام کو سمجھائیں کہ سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے ساتھ محبت وعظمت کا اصل تقاضا کیا ہے؟ اور آپ ﷺ کی یاد منانے کے لیے غیر مسلم قوموں کے طریقے اختیار کرکے ہم کس بدترین گمراہی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔اور اپنی زندگیوں کو سراسر گناہوں میں غرق کرنے کے بعد اگر ہم بزعم خود حضور اقدس ﷺ کی محبت کا حق ادا کرنے کے لیے اس قسم کے کھیل تماشے منعقد کرتے رہے تو اس کام کا انجام دنیا وآخرت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ تَعَالٰی فَاَعُوْذُبِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّجِیْمِ۔ وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ۔

تفسیر وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم نے آپ کا نام بلند کر دیا۔ بلند کر دیں گے نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ بلند کر دیا۔ وعدہ نہیں ہے کہ آئندہ بلند کر دیں گے، اس کا انتظار کیجئے۔ انتظار کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دینا چاہتے، اپنے محبوب کو کوئی تکلیف دیتا ہے؟ اس لیے ازل سے ہی ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بلند کر دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ اس کی تفسیر کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جس نے قرآن پاک نازل کیا اسی نے تفسیر بیان کی ہے اور تفسیر درمنثور میں موجود ہے کہ

وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَکَ۔

کی تفسیر اللہ تعالیٰ نے حدیث قدسی میں فرمائی کہ

اِذَاذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ

جب میرا ذکر کیا جائے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ میرے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام بھی لیا جائے گا۔

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ اس آیت کا ترجمہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر آپ کا آوازہ بلند کیا۔ یعنی اکثر جگہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارکہ مقرون کیا گیا ہے جیسے خطبہ میں، تشہد میں، نماز میں، اذان میں، اقامت میں۔

ایمان بالرسالۃ توحید کالازمی جز ہے

اس آیت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیسی عظمت شان ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ میرے نام کے ساتھ اے رسول آپ کا نام بھی آئے گا۔ پس اگر کوئی شخص ایک کروڑ مرتبہ میرا نام لے اور آپ کا نام نہ لے یعنی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ نہ کہے، یعنی اللہ پر ایمان لائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان نہ لائے تو اس کی توحید قبول نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانا، رسالت کی تعظیم اور تصدیق توحید کے لیے ضروری ہے۔ جب اللہ کی عظمت بیان کی جائے اور رسول اللہ کی عظمت بھی بیان کی جائے تب توحید کامل ہوتی ہے۔ یعنی عظمت اللہ اور عظمت رسول اللہ دونوں کی تصدیق کا نام توحید ہے۔ اللہ کی عظمت کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت کی تصدیق کی جائے۔ جتنا بڑا ملک ہوتا ہے۔ اس کا سفیر اتنا ہی بڑا ہوتا ہے۔ دیکھیے اگر امریکہ کا سفیر آجائے تو دنیوی حکومتوں میں زلزلہ مچ جاتا ہے، سب لوگ ڈر جاتے ہیں کہ بھئی اس کے خلاف کوئی کام نہ کرو اور یہ تو محض دنیاوی عزت ہے ملک بڑا ہے یہ کوئی عزت نہیں ہے محض دنیاداری ہے۔ لیکن اس مثال سے معلوم ہوا کہ ملک کی عظمت سے سفیر کی عظمت ہوتی ہے۔ رسول، اللہ کا سفیر ہوتا ہے۔ پس جب اللہ عظیم الشان ہے تو ثابت ہوا کہ اللہ کا رسول بھی عظیم الشان ہے۔ اور یہ بات سو فیصد یقینی ہے کہ اگر کوئی عمر بھر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ نہ کہے، یعنی آپ کی رسالت پر ایمان نہ لائے تو یہاں علماء بیٹھے ہوئے ہیں وہ بتائیں کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟

(مجلس میں موجود علما نے عرض کیا کہ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ جامع)

کیونکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ تو اس نے مانا لیکن مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ تسلیم نہیں کیا جب کہ اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے۔

(اٰمِنُوْا بِاللہِ وَرَسُوْلِہٖ)

یعنی اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر ایمان لانے کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانا لازم کر دیا۔ پس جس نے رسالت کا انکار کیا اس نے اللہ کے حکم کا انکار کیا اس لیے منکر

رسالت کافر ہے۔ عظمتِ رسالت کا انکار اللہ کا انکار ہے۔ اسی کو مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اللہ کا انکار ہے انکارِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم　　اقرار ہے اللہ کا اقرارِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

اسی لیے حدیث قدسی میں اللہ نے فرمایا:

اِذَا ذُکِرْتُ ذُکِرْتَ مَعِیْ

جب میرا نام لیا جائے گا تو اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کا نام بھی لیا جائے گا۔ جب کوئی مؤذن اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہے گا تو اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ بھی کہے گا۔ ایک شاعر کہتا ہے:

اَب مرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

یہ ہے عاشقوں کی عزت، عاشقوں کو اللہ نے یہ درجہ دیا ہے، اللہ اپنے عاشقوں کو عزت دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسا اللہ کا عاشق کوئی نہیں ہوسکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں اللہ کے سب زیادہ عاشق ہیں، آپ جیسا عاشق ہونا ناممکن ہے۔ آپ جیسا اللہ کا عاشق نہ کوئی ہوا، نہ ہے اور نہ قیامت تک ہوگا۔ آپ کی بے مثل شانِ عشق اس حدیث سے ظاہر ہے:

وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَوَدِدْتُ اَنْ اُقْتَلَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ثُمَّ اُحْيٰ، ثُمَّ اُقْتَلُ، ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ ثُمَّ اُحْيٰ ثُمَّ اُقْتَلُ (صحیح بخاری، کتاب الجھاد باب تمنی الشھادۃ)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ میں یہ محبوب رکھتا ہوں کہ میں اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں پھر زندہ کیا جاؤں پھر قتل کیا جاؤں۔ سبحان اللہ! جانِ پاک رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کیا عشق تھا کہ اللہ کے راستہ میں بار بار شہادت کی تمنا فرما رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سید الانبیاء ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام خلائق میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے زیادہ پیارے ہیں۔ یہ مضمون اتنا ضروری ہے کہ جزوِ ایمان ہے۔ عظمتِ توحید اور عظمتِ رسالت دونوں ساتھ ساتھ ہیں۔ (عظمتِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

سیرتِ مصطفیٰ ﷺ کا تابناک رخ
آزمائشوں پر استقلال اور کامیابی

افادات: حضرت مولانا علامہ ڈاکٹر خالد محمود رحمہ اللہ

ترتیب وتدوین: محمد ثقلین جاوید (مانچسٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ نے بڑا احسان فرمایا جو نبی پاک ﷺ کو مؤمنین کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا۔ اس پیغمبر نے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی آیات بھی پڑھیں، ایک جماعت بھی تیار کی، ان کو کتاب وحکمت کی تعلیم بھی دی۔ یقیناً لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ابتدائی حالات:

یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے۔ لیکن یہ دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو پہلے ہی کہ آپ ﷺ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور دورِ یتیمی مقدر کر دیا۔۔ یہ اللہ کے محبوب اور پیارے تھے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ان کے لیے راحت کے جملہ سامان فراہم کیے جاتے لیکن حکمت الٰہی کو دیکھیے کہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور یتیمی کا دور مقدر کر دیا۔۔ جب باپ نہ ہو تو بعض اوقات بڑے بھائی سرپرستی کر لیتے ہیں مگر آپ ﷺ کا تو بڑا بھائی بھی کوئی نہیں۔ عجیب معاملہ ہے!! ماں بھی چھ سال سے زیادہ اپنی آغوش میں نہ رکھ سکی، اور انہیں سفرِ آخرت پیش آ گیا۔ تو جب ماں نہ ہو تو بڑی بہنیں بھی بعض اوقات سنبھال لیتی ہے۔ لیکن آپ کی بہن بھی کوئی نہیں۔ اب نہ ماں، نہ باپ، نہ بھائی، نہ بہن۔ دادا تھے مگر وہ بہت بوڑھے تھے۔ جو جوان تھے وہ چچا تھے۔ اور یہ تمام (چچا) بجائے اس کے کہ ان کی حمایت کرتے اور آپ ﷺ کو انکا سایہ حاصل ہوتا، انہی میں سے ان کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔ تو حضور ﷺ کا وہ وقت انتہائی دشواری کا وقت کہ اپنے گھر کو دیکھ کر کبھی آپ ﷺ کے ذہن میں ماں کی یاد تازہ ہو جاتی کہ میری ماں یہاں تھی۔ پورا گھر ہے لیکن نہ ماں، نہ بہن، نہ بھائی۔ دادا بوڑھے اور وہ بھی کچھ وقت کے بعد چل بسے۔ اور اب یہ یتیم جب اپنے گھر میں آتا ہوگا۔ تو کیا دیکھتا ہوگا!! اس کو کیا نظر آتا ہوگا!!

اور پھر جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت کے مقام پر کھڑا کیا تو وہ جو گھر تھا، اس کے بارے میں بھی خدا تعالیٰ نے کہہ دیا کہ اب یہ گھر بھی تیرا نہ رہے گا۔ راتوں رات نکل جا یہاں سے۔ اب پورا مکہ اپنی

پوری پہنائیوں کے باوجود اپنے اندر جگہ دینے کے لیے تیار نہیں۔ارد گرد ہر طرف ظاہراً مایوسی پھیلی ہے۔ آپ ﷺ نے کسی کا کچھ دینا نہیں۔کسی پر کوئی زیادتی نہیں کی۔لیکن یہاں کے رہنے والے باوجود وسعت زمین کے وہ یہاں جگہ دینے کو تیار نہیں تھے۔

سو یہ رات کا مسافر اپنے ایک ساتھی کو لے کر نکلتا ہے۔پیچھے سے انکا تعاقب کیا جاتا ہے۔یہ غاروں اور پہاڑوں میں چھپ چھپ کر سفر کرتا ہے۔

تو یہ اس دور سے حضور ﷺ کو کس نے گزارا؟ اس نے خود گزارا جو اس کا محب ہے اور یہ اس کا محبوب ہے۔محب اپنے محبوب کے لیے راحتیں فراہم کرتے ہیں یا تلخیاں؟ راحتیں۔مگر یہ تاریخ کا عجیب و غریب نقشہ ہے کہ اس قدر آزمائش اور مشکلات،اس قدر سخت کام، اور تکلیفوں میں پیغمبر گزر رہے ہیں۔اور اس کے باوجود مسلمان کہہ رہے ہیں کہ یہ اللہ کے محبوب ہیں،اللہ کے پیارے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے محبوب سے وہ کیا جو اب تک کسی محب نے اپنے محبوب سے نہ کیا ہو،تو کیا خدا بھی بے بس تھا؟ نہیں۔وہ چاہتا تو ہر قسم کی بادشاہی حضور نبی کریم ﷺ کے قدموں میں ہوتی۔لیکن ایسا نہیں! خدا تعالی نے ایسا نہیں کیا۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتے تھے اور اس کا منشا تھا کہ دنیا میں ایک نمونے کی سیرت قائم ہو،جسکو سیرت کہا جا سکے اور جس پر بنی نوع انسان کو دعوت دی جائے کہ اے مشرق ومغرب کے رہنے والو! اے شمال اور جنوب کے رہنے والو! تم اس ایک سیرت کے اسوۂ حسنہ اور قدم بقدم کے مطابق چلو۔

سیرت تلخیوں میں پنپتی ہے راحتوں میں نہیں

سیرت تلخیوں میں پنپتی ہے راحتوں میں نہیں،زندگیاں تلخیوں سے بنتی ہیں آرام سے نہیں۔جب کسی انسان کو بڑے ہی اہم امور کے لیے کھڑا کرنا ہو تو لوگ کہتے ہیں کہ بھئی فلاں کو (آگے) کرو،(اس لیے کہ) اس نے بڑے گرم سرد دیکھے ہیں،اس نے زندگی کے بڑے مدوجزر دیکھے ہیں۔لیکن کیا کبھی یہ بھی کہا گیا کہ اسکو آگے کرو کیونکہ اس نے بڑی راحتیں دیکھیں ہیں!؟ تو سیرت تلخیوں سے پختہ ہوتی ہے،آرام سے نہیں۔ اس لیے کہ مسرت کی تانیں سطحی ہوتی ہیں،خوشی کی لہریں سطحی ہوتی ہیں۔مگر غم کا نغمہ دیر پا ہوتا ہے۔جن زندگیوں کو غم بنا گیا،جن زندگیوں کو یہ تکلیفیں بنا گئیں،پھر ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکا۔

تاہم اللہ تعالیٰ چاہتے تھے کہ دنیا میں ایک سیرت ایسی ہو کہ جو کامیاب ہو،اور رہتی دنیا تک اس کا سبق ابدی سبق ہو،اس لیے ضروری تھا کہ وہ سیرت بنانے کے لیے انہیں تلخیوں سے گزارا جائے۔وہ محب

تھا۔ وہ اپنے محبوب کو ان حالات میں دیکھ رہا تھا۔لیکن منشاء خداوندی یہ تھا کہ آپ کو ان تلخیوں سے گزارا جائے۔تاکہ ایک نمونہ کی سیرت دنیا کے سامنے آئے۔

مشکلات کے بعد آسانیاں

اور جب اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو ان تلخیوں سے گزارا تو پھر اللہ تعالیٰ کی نصرت اس طرح آئی کہ جس طرح بارش برستی ہے۔ دس سال کی زندگی بھی قوموں کی زندگی میں کوئی زندگی ہوتی ہے! دس سال کا وقفہ بھی کوئی وقفہ ہوتا ہے! اور کیا یہ کوئی مدت ہے!؟ وہ رات کا مسافر جو ایک ساتھی کو لے کر نکلا تھا، وہ دس سال کے اندر مکہ میں فاتح ہو کر داخل ہوتا ہے۔لیکن آج یہ اکیلا نہیں بلکہ دس ہزار کا لشکرِ جرار اسکے ساتھ ہے۔

اب یہ وہ وقت آ گیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرتیں اترتی ہیں، اور جو خدا کے وعدے تھے وہ پورے ہوئے کہ وہ اس پیغمبر کو اٹھائے گا، اس کو سر بلند کرے گا، اور وقت آئے گا کہ اس کے دشمن اسی کے رحم و کرم پر رہ جائیں گے۔فتح مکہ کے بعد حطیم کعبہ میں چھپنے والے دشمنوں کو اگر دوبارہ زندگی ملی تو اسی کے نظر کرم سے۔ دنیا میں بڑے بڑے فاتح آئے جنہوں نے فتوحات کے بعد اپنے دشمنوں سے انتقام لیا۔لیکن ایسا معاف کرنے والا فاتح دنیا نے کبھی نہیں دیکھا۔

جب آپ ﷺ مکہ میں داخل ہو گئے اور آپ ﷺ کی اپنی حکومت قائم ہو گئی، تو کیا آپ کامیاب تھے یا ناکام؟ (کامیاب) اور جو پچھلی تلخیاں تھیں، وہ ساری تاریخ بدل گئی کہ نہیں؟ (بدل گئی)۔جب آپ ﷺ مکہ سے نکلے تھے تو ساتھ ایک تھا، اور جب دوبارہ آئے تو ساتھ دس ہزار تھے۔تاریخ نے یہ شہادت محفوظ کر لی کہ جب آپ ﷺ نکلے تھے تو ساتھ ایک تھا اور جب آئے تو ساتھ دس ہزار تھے۔

رسالت مآب ﷺ دنیا سے کامیاب رخصت ہوئے

ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی پاک ﷺ کی جب بعثت ہوئی تو آپ ﷺ اس کے بعد مشکلات کے مختلف ادوار سے گزرے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے آہستہ آہستہ آپ ﷺ کے حالات بدلے اور آپ ﷺ کی مشکلات راحتوں میں تبدیل ہوئیں۔ یہاں تک کہ وہی مکہ جس سے آپ ﷺ کو نکالا گیا تھا تو آپ ﷺ بطورِ فاتح اسی میں تشریف لائے۔تو آپ ﷺ کی زندگی کے پہلے دن مشکلات کے تھے۔آخری دن راحتوں اور کامیابیوں کے۔

ہم قرآن کریم کا مجموعی طور پر مطالعہ کریں، قرآن کریم پر ایک سرسری نظر رکھیں، کسی ایک آیت کے

حصہ پر نہیں بلکہ مجموعی طور پر مطالعہ کریں تو یہ نقشہ سمجھ میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ دنیا سے کامیاب ہو کر گئے، اور آپ ﷺ کی مشکلات کو اللہ تعالیٰ نے راحتوں میں بدلا۔ یہ کلیہ آپ کے ذہن میں رہے تو پھر آیات، استدلال کے لیے آپ کے سامنے خود بخود آجائیں گی۔

قرآن کریم سے شہادت

اللہ تعالیٰ نے بہت پہلے آپ ﷺ سے وعدہ فرمایا تھا: **وللآخرة خير لك من الاولىٰ** (پارہ:30،الضحیٰ:4) اے میرے محبوب آپ کے لیے ہر بعد میں آنے والی گھڑی پہلے سے بہتر ہوگی۔ اور آگے یہ بھی فرمایا کہ: **ولسوف يعطيك ربك فترضىٰ** (پارہ:30،الضحیٰ:5)، اور استشہاد کے طور پر فرمایا کہ پہلے جو واقعات تھے انہیں بھی دیکھ کہ وہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔ تو اس کو اس بات پر استشہاد اَذ کر کیا کہ جب کہا: وللآخرة خير لك من الاولىٰ اور یہ بھی کہا: **ولسوف يعطيك ربّك فترضىٰ**۔ تو (آگے بھی) استشہاداً ذکر کیا: **الم يجدك يتيماً فاٰوىٰ** (پارہ:30،الضحیٰ:6)۔ تو یہ ساری ترتیب بتا رہی ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور ﷺ کو پہلے سے خبر دے رکھی تھی کہ آپ ﷺ کے بعد کے دن اچھے ہوں گے، مشکلات راحتوں میں تبدیل ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کامیابیوں سے نوازے گا۔ حتیٰ کہ ایک وقت آئے گا کہ پورا مکہ فتح ہو جائے گا: **ورأيت الناس يدخلون في دين الله افواجاً** (پارہ:30،النصر:2) اور تم دیکھو گے کہ لوگ فوج در فوج خدا کی بادشاہی میں آرہے ہیں۔ جب یہ وقت آجائے تو سمجھ لیجئے کہ آپ ﷺ کے سفر آخرت کا زمانہ قریب آگیا۔ **فسبح بحمد ربك و استغفره انه كان توابا** (پارہ:30،النصر:3)

تو جب ہم مجموعی طور پر نظر کرتے ہیں تو حضور ﷺ کامیاب ہی کامیاب نظر آتے ہیں۔ سو یہ ایک تصویر ہے جو میں نے قرآن پاک کی روشنی میں آپ کے سامنے پیش کی ہے۔

رسولِ اکرم ﷺ کے پسندیدہ وناپسندیدہ لوگ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

”قیامت کے دن میرے سب سے زیادہ محبوب اور قریب تر وہ لوگ ہوں گے جو تم میں سب سے زیادہ عمدہ اخلاق والے ہوں۔

اور سب سے زیادہ مجھے ناپسند اور سب سے زیادہ مجھ سے دور 3 قسم کے لوگ ہوں گے:

1. بہت زیادہ فضول باتیں کرنے والے۔
2. بات بات میں دوسروں کو دبانے اور ان کے حق میں بدزبانی کرنے والے۔
3. تکبر کرنے والے۔“

(سنن الترمذی: 2018، باب معالی الاخلاق)
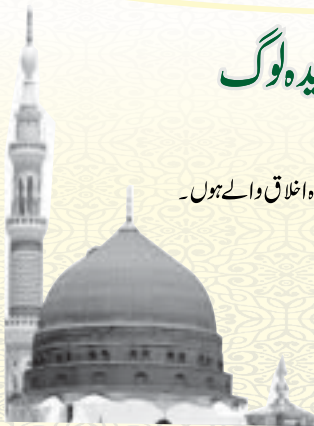
جناب رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے پچاس یا پچپیں روز کے بعد پیر کے روز ہوئی۔مشہور قول یہ ہے کہ پچاس روز بعد ہوئی علامہ سہیلی نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور بعض نے ۵۵ کے قول کو ترجیح دی ہے۔(زرقانی:۱/۱۳۰)

امام المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا کہ:

"جناب رسول اللہ ﷺ کی تاریخ پیدائش ۸ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۰ء مکہ مکرمہ میں صبح صادق کے وقت خواجہ ابوطالب کے مکان پر ہوئی۔" (سیرۃ مصطفی ﷺ:۱/۶۸)

علامہ شبلی نعمانی نے سیرت طیبہ ﷺ میں آپ ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول ذکر فرمائی ہے اور اس پر شہادت کے طور پر فلکیات کے ماہر علامہ محمود فلکی کی تحقیق نقل فرمائی ہے۔علامہ انور شاہ محدث دیوبندی نے بھی اس قول کو ترجیح دی ہے۔لیکن جمہور علماء کے نزدیک ۱۲ ربیع الاوّل کے قول کو ترجیح دی گئی ہے اور یہی روایت مشہور ہے۔ ۱۲ ربیع الاوّل پر علامہ ابن جوزی نے اجماع نقل کیا ہے۔شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ نے ۸ ربیع الاول والی روایت کی تائید میں رئیس المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کی۔بعض روایات میں ربیع الثانی،صفر اور رمضان المبارک کا بھی تذکرہ موجود ہے۔لیکن ان روایات کی سند ضعیف ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر لکھی جانے والی باقاعدہ پہلی کتاب سیرت ابن اسحاق ہے۔(۱/۲۱)

سیرت ابن اسحاق میں ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت باسعادت ذکر کی گئی ہے۔ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے مطلب بن عبداللہ بن قیس نے اپنے والد عبداللہ بن قیس بن مخرمہ سے انہوں نے اپنے باپ قیس جبن مخرمہ سے روایت کیا ہے۔

میں (قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ) اور رسول خدا ﷺ جو کہ عام الفیل میں پیدا ہوئے۔۔۔الخ۔ان تمام مندرجہ بالا روایات کے پیش نظر تین روایات زیادہ راجح ہیں۔اور سند کے اعتبار سے بھی مستند ہیں۔

۸، ۹، ۱۲، ربیع الاوّل والی روایات میں سے اختلاف کی وجہ سے کسی روایت کو ترجیح دینا تو درست ہے مگر کسی ایک روایت کو ذکر کرنا اور اسی پر اصرار اور دوسری پر انکار کرنا یہ اہل علم کی روش کے خلاف ہوگا۔

سرورِ دوعالم سید ولد آدم محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیدائش اور جہان عالم میں رونما ہونے والی کھلی نشانیاں:

حضرت محمد بن اسحاق رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ مجھے سند صحیح کے ساتھ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ملی ہے کہ میں (حسان بن ثابت) سات یا آٹھ سال کا بچہ تھا اور میں جو سنتا وہ مجھے یاد رہ جاتا۔میں نے سنا کہ ایک یہودی مدینہ کے ایک ٹیلے پر چڑھا ہوا غل مچا رہا تھا۔یہاں تک کہ یہود اس کے آس پاس اکٹھے ہو گئے۔تو انہوں نے کہا کہ خرابی ہو تجھ کو کیوں چیختا ہے؟

اس یہودی نے کہا آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع ہونے کے ساتھ احمد (ﷺ) کی ولادت واقع ہونے والی تھی۔محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے سعید بن عبدالرحمن بن ثابت رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی عمر کیا تھی؟ کہنے لگے ۶۰ برس اور رسول اللہ ﷺ کی عمر ۵۱ برس تھی۔

حضرت عثمان بن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ فرماتی ہیں کہ میں ولادت مبارک کے وقت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس موجود تھی۔اس وقت میں نے دیکھا آسمان کے ستارے جھکے آتے ہیں۔یہاں تک کہ مجھ کو یہ گمان ہوا کہ یہ ستارے مجھ پر آ گریں گے۔(فتح الباری: ۴۲۶/۶)

ایک روایت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ کی والدہ نے ولادت کے وقت ایک نور دیکھا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔

(مسند الامام احمد، مستدرک حاکم، طبقات الکبریٰ، (۱۰۱/۱)، فتح الباری، باب علامات النبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم، ابن اسحاق: ج ۱، باب ۲۰)

کعب بن احبار سے منقول ہے کہ کتب سابقہ میں اس طرح سے ذکر ہے

محمد رسول الله مولده بمكة ومهاجره يثرب وملكه بالشام

"محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت مکہ میں ہوگی اور ہجرت مدینہ میں ہوگی اور ان کی حکومت، سلطنت

شام تک ہوگی۔“ (سیرۃ المصطفیٰ از شیخ کاندھلوی: ۶۷/۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک یہودی مکہ میں بغرض تجارت رہتا تھا۔ جس شب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو مجلس میں قریش سے دریافت کیا کہ اس شب میں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے؟ قریش نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہودی نے کہا ذرا تحقیق تو کرکے آؤ آج شب میں امت کے نبی (ﷺ) پیدا ہوئے ہے۔

اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی اور دوراتوں تک دودھ نہ پیئے گا۔ اس لیے ایک جنی (جن کی مونث) نے اس کے منہ پر انگلی رکھ دی ہے۔

لوگ مجلس سے اٹھے اور اس کی تحقیق کی۔ تو معلوم ہوا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اس یہودی نے کہا مجھے دکھاؤ۔ یہودی نے جب دونوں شانوں کے درمیان علامت دیکھی تو بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو کہا نبوت بنی اسرائیل سے چلی گئی۔

اے قریش واللہ! یہ مولود تم پر ایسا حملہ کرے گا جس کی خبر مشرق مغرب تک پھیل جائے گی۔

(فتح الباری: ۴۲۵/۶ سیرۃ المصطفیٰ ﷺ، از شیخ کاندھلوی ۶۸/۱)

ایوان کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گرنا اور برسادہ کا خشک ہو جانا

اسی شب میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آیا جس سے محل کے چودہ کنگرے گر گئے اور فارس کا آتش کدہ بجھ گیا جو ہزار سال سے مسلسل روشن تھا اور دریائے سارہ خشک ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو کسریٰ بہت پریشان تھا شاہانہ وقار اس کے اظہار سے مانع ہو رہا تھا۔ بالآخر وزراء و ارکان کو جمع کیا۔ اسی اثنائے دربار ہی میں خبر پہنچی کہ فارس کا آتش کدہ بجھ گیا ہے کسریٰ کی پریشانی میں اضافہ ہوگیا۔ ادھر سے موبذان نے کھڑے ہو کر کہا میں نے رات ایک خواب دیکھا ہے کہ سخت اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچ کے لیے جارہے ہیں اور دریا دجلہ سے پار ہو کر تمام ممالک میں پھیل گئے۔

کسریٰ نے موبذان سے پوچھا کہ اس خواب کی کیا تعبیر ہے۔ موبذان نے کہا کہ شاید عرب کی طرف سے کوئی عظیم الشان حادثہ پیش آئے گا۔ کسریٰ نے توثیق اور اطمینان کی غرض سے نعمان سے منذر کے نام ایک فرمان جاری کیا کہ کسی بڑے عالم کو میرے پاس بھیجو جو میرے سوالات کا جواب دے سکے۔ نعمان نے ایک عالم عبدالمسیح کو روانہ کیا۔ عبدالمسیح جب حاضر دربار ہوا تو بادشاہ نے کہا کہ میں جس چیز کو تم سے پوچھنا

چاہتا ہوں کیا تم کو اس کا علم ہے۔عبدالمسیح نے کہا کہ آپ بیان فرمائیں اگر مجھ کو علم ہوگا تو بتلا دوں گا ورنہ کسی جاننے والے کی طرف راہ نمائی کروں گا۔بادشاہ نے واقعہ بیان کیا۔عبدالمسیح نے کہا کہ غالباًاس کی تحقیق میرے ماموں سطیح سے ہو سکے گی جو آج کل شام میں رہتے ہیں۔کسریٰ نے عبدالمسیح کو حکم دیا کہ تم خود اپنے ماموں سے اس کی تحقیق کر کے آؤ عبدالمسیح جب اپنے ماموں سطیح کے پاس پہنچا تو سطیح اس وقت حالت نزع میں تھا مگر ہوش ابھی باقی تھا۔عبدالمسیح نے سلام کیا اور کچھ اشعار پڑھے سطیح نے جب عبدالمسیح کو اشعار پڑھتے سنا تو عبدالمسیح کی طرف متوجہ ہوئے۔اور یہ کہا کہ عبدالمسیح تیز اونٹ پر سوار ہو کر سطیح کے پاس پہنچا جب کہ وہ مرنے کے قریب ہے۔تجھ کو بادشاہ نے محل کے زلزلہ اور آتش کدہ کے بجھ جانے اور موبذان کے خواب کی وجہ سے بھیجا ہے سطیح نے پورا خواب بیان کیا اور جواب دیا کہ اے عبدالمسیح خواب سن لے جب قرآن الٰہی کی تلاوت کثرت سے ہونے لگے اور صاحب عصا ظاہر ہو اور وادی سمارہ رواں ہو جائے اور دریائے سارہ خشک ہو جائے اور فارس کا آتش کدہ بجھ جائے تو سطیح کے لیے شام شام نہ رہے گا۔چند مرد چند عورتیں بقدر کنکریوں کے بادشاہت کریں گے۔اور جو شے آنے والی ہے وہ گویا آہی گئی ہے یہ کہتے ہوئے سطیح مر گیا۔

عبدالمسیح واپس آیا اور کسریٰ سے تمام ماجرا بیان کیا کسریٰ نے سن کر یہ کہا کہ چودہ سلطنتوں کے گزرنے کے لیے زمانہ چاہیے مگر زمانہ گزرتے کیا دیر لگتی ہے۔دس سلطنتیں تو چار ہی سال میں ختم ہو گئیں اور باقی چار سیدنا امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت تک ختم ہوئیں۔

(حافظ سید الناس نے یہ واقعہ عیون الاثر میں اپنی طویل سند کے ساتھ ذکر کیا ہے)

(عیون الاثر: ۲۹/۱،اور طبری میں ذکر ہے: ۱۳۱/۲)

اور ابن کثیر نے البدایہ میں "ذکر ارتجاس الایوان" میں ذکر کیا ہے (۲۶۸/۲،خصائص الکبریٰ للسیوطی: ۵۱/۱)

چند واقعات ذکر کر دیے۔ذکر کی برکت سے اللہ رب العزت ہمارے دلوں میں عظمت ڈالے اور عظمت کی برکت سے محبت اور محبت سے اطاعت۔(ملفوظ حضرت مولانا عبدالرحمن اشرفی رحمہ اللہ)

آپ ﷺ کی ولادت سے کئی برس پہلے بھی متعدد بشارتیں آپ کی آمد کی موجود ہیں۔متعدد علامات جن میں بعض کو سیرۃ ابن ہشام نے بھی ذکر کیا ہے۔

حضرت جسٹس ڈاکٹر علامہ خالد محمودؒ تحریر فرماتے ہیں کہ

"مطلق محبت جذبات اور ان کا اظہار چاہتی ہے۔ اور جس محبت کے پیچھے کوئی روشن سبب کارفرما ہو اس محبت کے داعی محبوب کی عقیدت اور اطاعت میں گھلے چلے جاتے ہیں۔"

یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر خلق کل وما علینا الا البلاغ

دعا ہے کہ اللہ ہمیں آپ ﷺ کی ولادت کے مقصد کو سمجھنے اور پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔

کما قال تعالیٰ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۴-۱۶۴)

تلاوت، تزکیہ، تعلیم قرآن و حکمت اللہ رب العزت حضور ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ آمین

حیات طیبہ کے عملی پہلو

جناب عمران فیصل صاحب (کراچی)

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے جو یہ ارشاد فرمایا وَ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی آپ اخلاق کے عظیم ترین مرتبہ پر فائز ہیں، تو یہ ایسے ہی نہیں کہہ دیا بلکہ اپنے پیغمبر ﷺ سے ساری زندگی اس عظیم ترین اخلاق کے ساتھ بسر کرواکے دکھائی۔ ایسا اخلاق جس کی مثال لانے سے دنیا عاجز ہوگئی۔ بھلا کوئی لاسکتا ہے ایسی مثال کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں۔ یہ کہہ کر جو گیا تو تین دن تک اس کا کوئی پتا نہیں۔ تین دن بعد خیال آیا کہ میں نے آپ علیہ السلام سے ایک وعدہ کیا تھا۔ یہ سوچ کر اس مقام پر پہنچا تو دیکھا کہ آپ تین دن سے اسی جگہ اس شخص کا انتظار کر رہے ہیں۔

کیا آج تک ایک انسان بھی ایسا ملا جس نے برسوں اس حال میں گزارے ہوں کہ رات کو تھوڑی دیر آرام کیا پھر باقی رات گھنٹوں نماز میں اس طرح کھڑا قرآن پڑھتا رہا کہ اس کی ہچکیاں رات صبح صادق تک نہ رکیں۔ اور کون شخص اس بات کا دعویٰ کرسکتا ہے کہ اس کی ساری زندگی اس طرح گزری ہے کہ مسلسل تین تین دن کھانے کو کچھ نہ ملا ہو۔ اور وہ کون شخص ہے جو گھر کا سارا مال مستحقین کو دے دے اور تن کے دو کپڑوں، کھانے کے دو برتنوں اور زمین پر بچھانے کے کمبل کے سوا کچھ پاس نہ رکھے۔

دنیا اخلاق کی جن عملی مثالوں کو پیش کرنے سے قاصر رہی وہ نبی کریم ﷺ نے دنیا کو پیش کرکے دکھائیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کو تمام عالم کے انسانوں کے لیے ہدایت کا باعث بنادیا۔ جس طرح بغیر سیکھے روٹی نہیں بن سکتی، کھانا نہیں پک سکتا، جہاد کے لیے تلوار بازی نہیں سیکھی جاسکتی اسی طرح بغیر پیغمبر کے نماز پڑھنا نہیں سیکھ سکتے، روزے رکھنا نہیں آتے، مشکل مواقع پر صبر کیسے کرنا ہے نہیں جان سکتے، خوشیاں ملیں تو حدود سے باہر نہیں نکلنا یہ کیسے معلوم ہوتا، غصہ آئے تو کیسے ضبط کرنا ہے یہ کون بتلاتا۔

جیسے دنیا میں لوگ فلمی اداکاروں کو دیکھ کر ان کے جیسی حرکتیں کرتے ہیں، ان کے جیسے بال رکھتے ہیں، ان کی طرح کے کپڑے پہنتے ہیں تاکہ اپنے خیال میں دوسروں کو اچھے لگیں۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ علیہ السلام کی سیرت مبارکہ پر عمل کر کے اللہ کو اچھا بن کر دکھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا تو ذوق ہی یہ تھا کہ وہ ہر کام اسی طرح کرتے تھے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب حج کیا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اس حج میں آپ کے ساتھ تھے۔ انہوں نے اس سفر کے آنے جانے کی تفصیلات اس قدر جزرسی کے ساتھ یاد رکھیں کہ باقی صحابہ اس پر رشک کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس جگہ احرام باندھا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی وہیں احرام باندھتے، جہاں آپ نے پہلی رات قیام فرمایا وہیں وہ بھی پہلی رات وہیں قیام کرتے، جہاں آپ نے دوسرے روز ظہر کی نماز پڑھی وہیں انہوں نے بھی پڑھی۔ اتنی باریکیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باتوں کو نوٹ کرنا اور ان پر عمل کرنا حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کا خاصہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اتباعِ رسول کے معاملہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو ہم نے بھی اپنانا ہے۔ ہمیں دیکھنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زندگی کے کن مواقع پر کیا عمل کیا۔ مثلاً آپ کی حیات طیبہ میں حکمرانوں کے لیے عملی نمونہ ہے کہ آپ نے ایک اسلامی مملکت کو کس طرح کامیابی سے چلایا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی شخص کو کسی علاقے کا حاکم بنا کر بھیجتے تو یہ نصیحت بطور خاص فرماتے تھے کہ لوگوں سے انہیں قریب لانے والی باتیں کرنا، دور کرنے والی باتوں سے گریز کرنا۔ آسانی والی بات کرنا، مشکل اور تنگی والی بات نہ کرنا۔ (ابوداؤد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کو امیر (حاکم) بنا کر بھیجتے تو یہ تلقین فرماتے کہ تقریر مختصر کرنا اور باتیں تھوڑی کرنا اس لیے کہ کلام میں تبھی جادو جیسی تاثیر ہوتی ہے (طبرانی)۔ گویا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاکموں سے فرما رہے ہیں کہ لوگوں کو محض الفاظ کی جادوگری کے سحر میں ہی نہ جکڑے رکھنا بلکہ عملی کاموں کو ترجیح دینا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت میں جج کے لیے بھی بہترین نمونہ ہے، کیوں کہ آپ نے عدل و انصاف کے وہ اصول بیان فرمائے جن سے انسانیت قیامت تک مستغنی نہیں ہو سکتی۔ حاکم ہونے کے باوجود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ فوجی جرنیل کے لیے بھی آپ کی زندگی میں شجاعت کا عظیم الشان نمونہ ہے کہ غزوۂ حنین کے موقع پر تیروں کی برسات میں جب لوگوں

کے قدم اکھڑنے لگے تو آپ بجائے پیچھے ہٹنے کے آگے بڑھ رہے تھے اور فرما رہے تھے أنا النبی لا کذب، أنا ابن عبد المطلب میں سچا نبی ہوں، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔

اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کو آپ ہی نے سکھایا کہ راہ حق پر کیسے جمے رہنا ہے، مخالفین نے آپ کو مال و دولت، خوب صورت عورت اور دنیا کے جاہ و جلال کی لالچ دی تاکہ آپ دعوت حق کو ترک کر دیں، لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی آپ ﷺ کے پائے استقلال میں ذرہ برابر لرزش پیدا نہ کرسکی۔ آپ ﷺ نے مخالفین سے فرمایا: "اگر سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر اور چاند کو بائیں ہاتھ پر رکھ دیں، تاکہ میں اپنی اس دعوت حق کو چھوڑ دوں تو بھی میں اُسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا، جب تک کہ اللہ اُسے غالب نہ کر دے یا اسی میں میری موت آجائے۔"

ایذا دینے والوں کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے آپ ﷺ نے ہمیں سکھایا:

"جو تجھ سے قطع رحمی کرے تو اس کے ساتھ صلہ رحمی کر، جو تجھے نہ دے تو اُسے دے، جو تجھ پر ظلم کرے تو اُسے معاف کر اور جو تجھ سے برا سلوک کرے تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کر۔"

سخاوت کس چیز کا نام ہے آپ ﷺ سے پہلے کوئی جانتا ہی نہیں تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں تو آپ ﷺ کی جود و سخا کا سمندر ٹھاٹھیں مارتا تھا۔"

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس احد پہاڑ جتنا سونا بھی ہو تو میں اپنے پاس تین دینار سے زیادہ ذخیرہ نہیں رکھوں گا اور سب کا سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر دوں گا۔ (بخاری شریف)

انسانی معاشرہ میں دوسرے انسانوں سے کیسے ملنا ہے وہ آداب بھی آپ نے ہمیں سکھائے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کو جھوٹ سے بہت زیادہ نفرت تھی۔ (بیہقی) اور اپنے خاندان کے کسی شخص کے بارے میں جھوٹ کی کسی بات پر مطلع ہوتے تو اس سے اس وقت تک اعراض فرماتے جب تک اس کی توبہ مشاہدے میں نہ آجاتی۔ (مسند احمد)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب کسی کو رخصت کرتے تو اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیتے اور اس وقت تک نہ چھوڑتے جب تک وہ خود ہاتھ نہ چھوڑتا، اور اسے رخصت کرتے وقت دعا سے بھی نوازتے۔ (مسند احمد)

حضرت حنظلہ بن خدیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کسی شخص کو بلاتے تو اس کے پسندیدہ نام اور کنیت کے ساتھ اس کو پکارتے۔(طبرانی)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ جب بھی گفتگو فرماتے، مسکراہٹ آپ کے چہرے پر نظر آتی تھی۔(مسند احمد)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوش مزاج اور سب سے زیادہ مسکرانے والے تھے۔(طبرانی)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کسی بات پر ناک نہیں چڑھاتے تھے اور کسی بیوہ، یتیم یا غلام کے ساتھ اس کے کام کے لیے چلنے میں تکبر نہیں کرتے تھے اور جب تک اس کا کام نہیں ہو جاتا تھا ساتھ رہتے تھے۔(مستدرک حاکم)

گھریلو زندگی کس طرح بہترین بنانی ہے یہ بھی آپ ہمیں بتا گئے۔آپ ﷺ نے گھریلو زندگی میں ایک بہترین شوہر، مشفق باپ، مثالی سسر اور عظیم داماد ہونے کا نمونہ پیش فرما کر اُمت کو بتا دیا کہ اچھے مسلمانوں کی گھریلو زندگی کیسی ہونی چاہیے۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ اپنے کام اکثر خود کر لیتے تھے۔کپڑے کو سی لیتے، بکری کا دودھ دوہ لیتے اور ذاتی خدمت کے کام بھی خود کر لیتے۔

جناب رسول اللہ ﷺ اپنے خادموں سے پوچھتے رہتے تھے کہ تمہاری کوئی ضرورت تو نہیں؟ تمہیں کوئی کام تو نہیں؟ (مسند احمد) گویا اپنے خادموں کی ضروریات کا بھی بطور خاص خیال رکھتے تھے۔

خدا کی عبادت کس طرح کرنی ہے نبی کریم ﷺ سے بہتر کوئی نہیں بتا سکتا تھا۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے، بے مقصد بات نہ کرتے، نماز لمبی پڑھتے، اور خطبہ مختصر ارشاد فرماتے۔

نبی کریم ﷺ محض زبانی کلامی واعظ نہیں تھے، آپ ﷺ نے اپنے ہر قول پر عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ نے دکھایا کہ اللہ کے نازل کردہ احکامات پر کس طرح جی جان سے عمل کرنا ہے۔یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ دنیا کے کامل ترین معلم، استاذ اور عظیم روحانی مربی تھے، جس نے امت کی دین اور دنیا دونوں کو بہترین بنانے کے نہ صرف اصول بیان فرمائے بلکہ تمام عمران اصولوں پر عمل پیرا ہو کر دکھایا۔آپ ﷺ کی عملی زندگی کا یہی وہ حسین ترین پہلو ہے جس کو خود باری تعالیٰ نے اسوۂ حسنہ کا عظیم الشان نام دے کر مسلمانوں کے لیے تاقیامت مشعل راہ بنا دیا۔

توبہ کی اقسام

حضرت ڈاکٹر عبد السلام صاحب دامت برکاتہم (ایبٹ آباد)

قرآن پاک کی آیت کا مفہوم ہے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ خشکی میں اور تری میں یعنی سمندر میں اور خشکی میں اور بحر و بر میں جو حالات آتے ہیں یہ ہمارے اپنے پیدا کردہ ہیں ہمارے اعمال جیسے اوپر جاتے ہیں اسی کے مطابق اللہ پاک کی طرف سے فیصلے آتے ہیں یہ جو آج کل ماحول بنا ہوا ہے چاروں طرف اللہ پاک کی ناراضگی کا ماحول ہے۔ اللہ پاک سخت ناراض ہیں اور غصے میں ہیں۔ لیکن صدقات سے اللہ پاک کا غصہ دور ہوتا ہے اعمال سے اللہ پاک کا غصہ دور ہوتا ہے تو ہمارے علماء ربانیین کا سبق ہے فرماتے ہیں کہ ان حالات میں اجتماعی توبہ کرنی چاہیے کہ اے اللہ ہم کمزور ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہوا اور ہو رہا ہے ہماری شامت اعمال ہے ہم توبہ کرتے ہیں ہماری توبہ قبول فرما کر ان حالات کو درست کر دے۔

علماء ربانیین نے توبہ کی بھی مختلف قسمیں بتائی ہیں:

اول: ایک تو عوام کی توبہ ہے عوام کی توبہ یہ ہے کہ ہر کلمہ گو اپنے تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں سے توبہ کرے کہ اے اللہ صغیرہ گناہوں سے بھی ہماری توبہ ہے اور کبیرہ گناہوں سے بھی ہماری توبہ ہے یہ عوام کی توبہ ہے۔

دوم: سالکین کی توبہ ہے سالکین وہ لوگ ہیں جو اللہ کے راستے کے مسافر ہیں اللہ کا نام سیکھنے والے اور اس راستے میں چلنے والے جو تزکیہ کی تلاش میں لگے ہوئے ہیں، اور تزکیہ نبی ﷺ کے بعثت کے مقاصد میں سے ایک مقصد ہے۔ جن مقاصد کیلئے اللہ پاک نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کو مبعوث کیا تھا خاتم النبیین بنا کر بھیجا تھا ان مقاصد میں سے ایک مقصد تزکیہ ہے قلوب کی صفائی ہے، تو سالکین کی توبہ یہ ہے کہ جتنے بھی روحانی امراض ہیں ان سے ہم توبہ کریں جو سالکین ہیں سب سے بڑا روحانی مرض کبریائی، خود نمائی، خود پسندی، جیسے حاجی عبد الوہاب صاحب اللہ پاک ان کی قبر پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائیں وہ فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اندر سے "میں" کی نفی کی جائے یعنی کہ جتنے بھی اخلاق رزیلہ ہیں روحانی امراض ہیں

یہ سب نکل جائیں، کیونکہ اللہ پاک فرماتے ہیں حدیث قدسی ہے۔کبریائی میری چادر ہے، جو مجھ سے یہ چھینے گااس کے ساتھ اعلان جنگ ہے۔تو سالکین کی توبہ روحانی امراض سے توبہ ہے"کینہ" سے توبہ ہے"کبریائی" خودنمائی،تکبر،حسد،قطع رحمی وغیرہ یہ سارے روحانی امراض ہیں اوران کاعلاج دل کی صفائی ہے دل میں اللہ کا بسنا ہے دل میں اللہ اللہ کرنا ہے تاکہ ہمارا قلب روشن ہوجائے دل میں نور پیدا ہوجائے جب ہم ذکر قلبی کی کثرت کریں گے جیساکہ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کے بارے میں آتا ہے کہ کثرتِ ذکر کی وجہ سے دل کی اتنی صفائی ہوگئی تھی کہ کوئی چیز ان کے سامنے لائی جاتی تو وہ بتادیتے تھے کہ یہ حلال پیسوں کا ہے یا حرام کا۔تو یہ صفائی اور نور ذکر قلبی سے آتا ہے دل کی صفائی سے آتا ہے دل جب ذکر قلبی سے بلکل پاک اور صاف ہوجاتا ہے۔

اس میں یہ سارے اخلاق حمیدہ آجاتے ہیں صلہ رحمی،شفقت،محبت،ہمدردی وغیرہ اور جتنی بھی روحانی بیماریاں ہیں کینہ،حسد،بغض،خودنمائی،خودپسندی،یہ سارے امراض نکل جاتے ہیں اورصفات اس کی جگہ لے لیتی ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ دل نورانی ہوجائے اور یہ کثرت ذکر سے ہوتا ہے ذکر قلبی سے ہوتا ہے تو سالکین کی توبہ یہ ہے کہ وہ روحانی امراض سے توبہ کریں۔

سوم: متقین کی توبہ ہے متقی لوگ وہ ہوتے ہیں کہ جتنے بھی شبہات ہیں شک وشبہ والی چیزیں ہیں ان سے دل پاک وصاف ہوجائے یہ متقین لوگوں کی توبہ ہے۔

چہارم: محبین کی توبہ:محبین کی توبہ یہ ہے کہ دل میں غفلت نہ رہے دل غفلت سے پاک ہوجائے ہر وقت جس طرح حدیث ہے کہ رطب اللسان،یعنی ہماری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تروتازہ رہے۔ہر آن گھڑی اسی طرح دل اللہ تعالی کی یاد سے آباد رہے اور دل سے غفلت دور ہوجائے۔

پنجم: عارفین کی توبہ:عارف کہتے ہیں اللہ کی پہچان رکھنے والا علماء ربانیین فرماتے ہیں کہ عارفین کی توبہ یہ ہے کہ عارفین تو عارف لوگ ہوتے ہیں اللہ کو پہچانتے ہیں تو ان کو اللہ پاک مقامات عطاء کرتا ہے جیسے مثال کے طور پر دنیا میں گریڈ ہیں گریڈ 16-17-18-19-20-21-22 وغیرہ تو یہ دنیاوی گریڈ ہیں تو آخرت کے گریڈ اللہ پاک عارفین کو عطاء کرتا ہے کہ عارف ایک مقام پر ہوتا ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ اس سے اگلے مقام پر چلا جاؤں جیسے ایک ہے ولایت صغری ہے،اور ایک ولایت کبری مثال کے طور پر کہ میں ولایت صغری سے ولایت کبری کے مقام پر چلا جاؤں تو عارف ایک مقام پر ہوتا ہے وہ کوشش کرتا ہے اس مقام سے جس مقام پر میں ہوں میری ترقی ہوجائے اور مجھے اگلا اس سے اعلیٰ مقام مل جائے اس توبہ کی

برکت سے اللہ پاک اس کو اگلے گریڈ میں جو عارفین کے گریڈ ہوتے ہیں ترقی عطا کرتا ہے، یہ روحانی گریڈز، آخرت کے گریڈز ہیں کیونکہ یہ کام آنے والے ہیں۔

ہمارے سامنے کتنے لوگ چلے گئے ہیں یہ اللہ پاک کی ناراضی ہے۔زلزلوں کا، سیلابوں کا، طوفانوں کا، بیماریوں کا آنا ایسی بیماریاں جن کا ہماری علم الابدان میں علاج نہ ہو یہ سارے ہمارے اعمال کے نتیجے ہیں تو اللہ پاک کو کیسے راضی کریں گے یہ جو توبہ کی اقسام ہیں کہ ہم توبہ کریں اللہ کے دربار میں تو اس سے عذاب ٹل جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا عذاب صرف گناہگاروں پر نہیں آتا:

جب عذاب آتا ہے تو وہ سلیکٹڈ نہیں ہوتا یعنی چن چن کر نہیں ہوتا اللہ پاک کا عذاب عمومی ہوتا ہے وہ پھر گناہکاروں کے ساتھ نیک بھی پکڑے جاتے ہیں عذاب عمومی ہوتا ہے اور اس میں شاید حکمت یہ ہے کہ ہمارے وہ بھائی جو گناہ میں مبتلاء ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں ان کو اس سے روکنا ہماری ذمہ داری ہے۔

یہ بڑی عظیم امت ہے اس کو اللہ پاک نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے وظیفے سے مالا مال کیا ہوا ہے۔اللہ پاک نے علماء (اللہ پاک ان کی زندگیوں میں علم میں برکت عطاء فرمائے) قدم قدم پر انکی ساری زندگی تبلیغ ہے ہم عوام کیلئے بھی ضروری ہے کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی فضیلت سیکھنے کیلئے اللہ پاک کے راستے میں نکلیں اور پھر یہ فریضہ سر انجام دیں۔

اجتماعی توبہ اللہ پاک سے سب کو کرنی ہے اس لئے کہ اللہ پاک سخت ناراض ہیں اور اللہ پاک کی ناراضگی توبہ سے دور ہوگی تو اللہ پاک کو منوائیں ہر امتی یہ سوچے کہ شاید میرے گناہوں کی وجہ سے امت پہ اور اہل پاکستان پہ عذاب آیا ہوا ہے تو انفرادی طور پر بھی ہم توبہ کریں اور اجتماعی طور پر بھی ہم توبہ کریں اور اللہ کو منائیں اللہ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے زیادہ ہے ہم کتنے گناہ کرلیں گے لیکن اللہ کی مغفرت ہمارے گناہوں سے کئی زیادہ ہے اور اللہ کی رحمت ہمارے اعمال سے زیادہ ہے اس لئے توبہ کریں اپنی طرف سے بھی اور امت کی طرف سے بھی اور اللہ پاک کو راضی کریں تاکہ اللہ پاک راضی ہوجائیں اور یہ جو عذابات کی شکل ہے چاروں طرف یہ دور ہو جائے اور اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔

آہ
شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد قاسم رحمہ اللہ

مولانا سید اکبر شاہ بخاری صاحب دامت برکاتہم (جام پور)

افسوس صد افسوس ہمارے مشفق ومہربان بزرگ شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد قاسم صاحب رحمہ اللہ ۱۲، صفر المظفر ۱۴۴۴ھ بمطابق ۹ ستمبر ۲۰۲۲ء بروز جمعۃ المبارک صبح دار الفنا سے دار البقا کی طرف رحلت فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی رحلت ملک بھر کے علمی و دینی حلقوں کے لئے نا قابل تلافی نقصان ہے وہ ایک عظیم محدث ومفسر، محقق ومتکلم، مدبر ومنتظم اور عارف کامل تھے۔ متواضع، منکسر المزاج تھے اپنے اخلاق واوصاف میں اسلاف کی یادگار تھے اکابر علماء دیوبند کے محب ومحبوب تھے، وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی دستور کمیٹی کے رکن تھے آپ نے نصف صدی سے زائد دینی علوم کی تدریس وترویج کے ذریعے بڑی خدمات انجام دی۔ آپ نے تقریباً ۷۶ سال کی عمر پائی آپ کی ۱۹۴۶ء کے لگ بھگ کبیر والا کے قریبی گاؤں میں ولادت ہوئی تھی۔ آپ نے مکمل تعلیم دار العلوم کبیر والا میں حاصل کی اور ۱۹۶۶ء میں سند الفراغ حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں وقت کے کبار علماء ومشائخ شامل تھے۔ جن میں دار العلم کبیر والا کے بانی حضرت مولانا عبد الخالق صاحب، مولانا عبد المجید لدھیانوی رحمہ اللہ، مولانا صوفی محمد سرور رحمہ اللہ، مولانا علی محمد رحمہ اللہ، مولانا عبد الحق رحمہ اللہ، مولانا ظہور الحق رحمہ اللہ اور مولانا منظور الحق رحمہ اللہ جیسے اکابر شامل تھے، فراغتِ تعلیم کے بعد اپنے مادر علمی دار العلوم کبیر والا میں چھ سال تدریس کی، اسی طرح شورکوٹ میں جامعہ عثمانیہ اور مرکزی عیدگاہ تلمبہ میں بھی آپ نے تدریسی خدمات انجام دی اور ۱۹۸۶ء میں آپ نے ٹھینگی وہاڑی میں جامع خالد بن ولید کی بنیاد رکھی، آپ کی محنت وکاوش سے ادارہ نے بڑی تیزی سے ترقی کی، اس وقت ملک کی معروف دینی درسگاہ میں جامعہ خالد بن ولید کا شمار ہوتا ہے، چند عرصہ قبل احقر نے اپنے شیخ ومربی حضرت شیخ الاسلام محمد تقی عثمانی کی معیت میں جامع خالد بن ولید ٹھینگی وہاڑی جانا ہوا، جامع کی خوبصورت عمارت کو دیکھ کر دلی حسرت ہوئی، اور حیرانی بھی ہوئی کہ جنگل میں منگل کا سماں تھا، جامعہ کے متعدد کمرے، جامع مسجد اور پرشکوہ عمارت دیدنی تھے، جامع کا ہر ہر

شعبہ مولانا رحمہ اللہ کے حسن تدبیر کی شہادت دے رہا تھا، الغرض آپ ملک کی علمی و دینی شخصیات میں شمار ہوتے تھے اور ایک جید عالم دین ہونے کے ساتھ ہر دلعزیز شخصیت کے مالک تھے، ہزاروں تشنگان علم آپ کے فیض علمی سے مستفیض ہوئے، حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی کے ہمراہ جب احقر ان کے دینی حلقہ، جامع خالد بن ولید وہاڑی جانا ہوا تو حضرت مولانا ظفر محمد قاسم رحمہ اللہ کی محبت و شفقت نے احقر کے دل پر جو نقوش چھوڑے وہ آج تک بھی انمٹ ہیں ان کی سادگی و تواضع اور للہیت کو دیکھ کر سلف صالحین کی یاد تازہ ہوگئی، مولانا مرحوم کے متعدد بیانات احقر نے سماعت کیے جامع دارالعلوم عیدگاہ کبیر والا میں سالانہ جلسے پر آپ ہر سال تشریف لاتے تھے اور احقر کے مشاہدے میں ہے کہ آپ حضرت مولانا مفتی عبدالقادر صاحب اور حضرت مولانا ارشاد احمد صاحب رحمہ اللہ سے بڑی گہری عقیدت و محبت فرماتے تھے، اصلاحی تعلق بیعت کا امام اولیا حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ سے تھا ان کے بعد حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمہ اللہ سے یہ اصلاحی تعلق قائم رہا۔ احقر سے کئی مرتبہ فرمایا کہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ پر مفصل کتاب مرتب کرے، میں نے عرض کی حضرت میری اتنی دسترس نہیں ہے، میں کہاں اور حضرت لاہوری رحمہ اللہ کہاں؟ حضرت مولانا ظفر احمد قاسم رحمہ اللہ کو احقر سے بڑی محبت رہی، فون کرتے رہے اپنے ہاں ٹھہرنے کے لئے اصرار فرماتے رہتے تھے، مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ، حضرت مفتی سید عبدالشکور ترمذی رحمہ اللہ اور حضرت شیخ تقی عثمانی سے احقر کی نسبت کو عظیم سعادت فرماتے رہتے تھے احقر نے متعدد تصانیف ان کی خدمت میں ارسال کیں، بعد میں مسرت کا اظہار فرماتے تھے اور اپنے ہاں بلاتے رہتے تھے، ایک مرتبہ جام پور بھی تشریف لائے تو جلسے میں بھی احقر کا ذکر کیا اور ملاقات میں دعاؤں سے نوازا۔ آخر میں حضرت شیخ مفتی تقی عثمانی صاحب سے اصلاحی تعلق جوڑا، جسے اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے کئی بار دارالعلوم کراچی گئے، اور ایک سفر کراچی کے بعد دل پر اثر ہوا۔ چند سال قبل لاہور میں بائے پاس کرایا اور پھر کچھ عرصہ بعد مختلف عوارض میں مبتلا رہے، چند روز پہلے ملتان کے نشتر ہسپتال میں آئی سی یو میں داخل رہے اور بروز جمعۃ المبارک ۹ ستمبر چھ بجے جان، جان آفرین کے سپرد کردی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی نماز جنازہ ہزاروں عقیدت مندوں نے حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ کی امامت میں ادا کی اور جامع خالد بن ولید سے متصل قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے علماء و مشائخ نے آپ کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا ہے اور علمی و دینی خدمات کو سراہا ہے۔ حق تعالیٰ ان کے درجات عالیہ نصیب فرمائیں اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

دعائے مغفرت

جب کوئی غلطی سرزد ہوجائے تو یہ دعا پڑھی جائے، یہ وہ دعا ہے جو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی غلطی کی معافی مانگنے کے لئے سکھائی تھی، اور اس کی بناء پر ان کی توبہ قبول ہوئی۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ۔ (الاعراف:۲۳)

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اور اگر آپ نے ہماری مغفرت نہ کی اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوجائیں گے۔

اسی طرح اپنے لئے مغفرت مانگنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ مختصر دعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تلقین فرمائی۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ۔ (المؤمنون:۱۸)

ترجمہ: اے میرے پروردگار! مغفرت فرمائیے اور رحم فرمائیے، آپ سب سے بہتر رحم کرنے والے ہیں۔

سید الاستغفار!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سید الاستغفار یہ ہے کہ آدمی اس طرح کہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّآ اَنْتَ

ترجمہ: (اے اللہ! آپ میرے رب ہیں، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ نے مجھے پیدا کیا اور میں آپ کا بندہ ہوں، اور میں اپنی استطاعت کے بقدر آپ سے کیے ہوئے عہد اور وعدے پر قائم ہوں۔ میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ان برے کاموں کے وبال سے جو میں نے کیے۔ مجھے آپ کے اس احسان کا اقرار ہے جو آپ نے مجھ پر کیا۔ اور مجھے اپنے گناہوں کا اعتراف بھی ہے۔ پس آپ مجھے معاف فرمادیں، کیونکہ آپ کے علاوہ کوئی گناہ معاف کرنے والا نہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص یہ کلمات صبح کو صدقِ دل سے پڑھے پھر اسی دن شام سے پہلے مر جائے تو وہ شخص جنتی ہوگا۔ اور جو شخص یہ کلمات رات کو صدقِ دل سے پڑھے اور صبح سے پہلے مرجائے وہ بھی جنتی ہوگا۔ (صحيح البخاری: ۲/۹۳۲، ۹۳۳ (۶۳۳۹)، باب افضل الاستغفار، المکتبۃ المظهرية)

درود شریف کی فضیلت

پر بعض احادیث مبارکہ

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف ہوتے ہیں اور اُس کے دس درجے بلند ہوتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی نے۔

سنن النسائی: ۱۹۱/۱، باب فضل الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ المکتبۃ القدیمیۃ

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن میرے ساتھ سب آدمیوں سے زیادہ قرب رکھنے والا وہ ہوگا جو مجھ پر کثرت سے درود بھیجتا ہو۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

جامع الترمذی: ۱۱۰/۱۔ باب فضل الصلوٰۃ ﷺ۔ ایچ ایم سعید

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے ملائکہ زمین میں سیاحت کیا کرتے ہیں اور میری اُمّت کا سلام مجھ کو پہنچاتے ہیں۔ روایت کیا اس کو نسائی اور دارمی نے۔ سنن النسائی: ۱/۲۰۳ باب اکثار الصلوٰۃ علی النبی ﷺ۔ المکتبۃ القدیمیہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ذلیل وخوار ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جاوے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

جامع الترمذی: باب من ابواب الدعوات المکتبۃ القدیمیۃ ذکر اللہ کے ثمرات

مجلس صیانۃ المسلمین پاکستان۔ جامعہ اشرفیہ فیروز پور روڈ لاہور، پاکستان۔ / بیت الاشرف، 78-اے بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، پاکستان۔
0333-4409994 twitter.com/assyanah assyanahpk@gmail.com

Monthly :Assyanah Lahore
ربیع الاول ۱۴۴۴ ہجری/اکتوبر 2022عیسوی

سی پی ایل 76
الصیانۃ

حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا

نسب نامہ

- عدنان
- معد
- نزار
- مضر
- الیاس
- مدرکہ
- خزیمہ
- کنانہ
- نضر
- مالک
- فہر
- غالب
- لوّی
- کعب
  - عدی
  - رزاح
  - قرط
  - عبداللہ
  - ریاح
  - عبدالعزّی
  - نفیل
  - الخطاب
  - عمر
- مرّہ
  - تیم
  - سعد
  - کعب
  - عمرو
  - عامر
  - عثمان
  - ابوبکر
- کلاب
- قصی
- عبدمناف
  - عبدشمس
  - امیہ
  - ابوالعاص
  - عفان
  - عثمان
- ہاشم
- عبدالمطلب
  - ابوطالب
  - علی
- عبداللہ
- محمد ﷺ